15/01/2023

استفتاء بخدمت اکابرین امت حضرات علمائے دیو بند

کیا فرماتے ہیں اکابرین امت، علمائے دیو بند کثر اللہ سوادھم مندرجہ ذیل صورتحال کے بارے میں

ہمارے شہر بھوپال میں ہر سال عالمی تبلیغی اجتماع منعقد ہوتا ہے جو لاک ڈاؤن کی وجہ سے چند سال ملتوی رہا، اس سال نومبر ۲۰۲۲ء میں عالمی اجتماع منعقد ہوا، جس میں ہم نے بھی شرکت کی اور مولانا سعد کے بیانات کو بہت غور سے سنا، ہمارا یہ خیال تھا کہ دار العلوم دیو بند کی تنبیہ کے بعد مولانا کا رویہ بدل گیا ہوگا، لیکن حیرت کی انتہا نہیں رہی جب ہم نے اپنے کانوں سے قرآن وحدیث کی عجیب عجیب تشریحات سنیں، نئی نئی گمراہ کن باتیں ہمارے سامنے آئیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات سے باطل اجتہادات کیے گئے اور بار بار سیرت، سیرت کا نعرہ لگایا گیا، ہمارا خیال یہ ہے کہ مولوی سعد صاحب کی گمراہی کو سمجھنے کے لیے یہی بیان کافی ہے، ہمارے پورے صوبے کے علماء میں انتشار کا ماحول بنا ہوا ہے، جو علماء مولانا سعد کی جماعت سے لگے ہوئے ہیں، وہ ان بیانات کو الہامی علوم سے تعبیر کرتے ہیں اور مولانا کو مجدد کہہ رہے ہیں، جبکہ دوسرے اہل علم جو کسی درجے میں قرآن وحدیث کی فہم رکھتے ہیں وہ ان بیانات کو جمہور امت سے منحرف خود ساختہ نظریات پر مبنی سمجھ رہے ہیں اور ان کے نتائج سے بہت بے چین اور پریشان ہیں، اگر کوئی عالم دین کسی عام تبلیغی شخص کو متنبہ کرتا ہے تو وہ انتشار پیدا کر دیتا ہے، پورے ملک میں کتنے ائمہ کو امامت سے ان لوگوں نے الگ کر دیا ہے، بائیکاٹ کر دیا ہے۔

ایسے لوگ بھی ملتے رہتے ہیں جو بتاتے ہیں کہ ہم دار العلوم تحقیق کے لیے گئے تھے، وہاں ہماری فلاں فلاں حضرات سے ملاقات کرائی گئی، جنھوں نے کہا کہ تم لوگ کام کرتے رہو، رجوع ہو چکا ہے، معاملہ ختم ہو گیا ہے، اب کوئی بات نہیں ہے، سب مطمئن ہیں۔

اکابر حضرات کی خدمت میں انتہائی لجاجت کے ساتھ ہماری گذارش ہے کہ بھوپال اجتماع ۲۰۲۲ء میں علماء کی مجلس میں مولانا سعد نے دو گھنٹے بیان کیا ہے، ہمارے اکابر شروع سے آخر تک ایک بار ضرور پڑھیں یا سنیں، ہم نے بہت محنت سے لفظ بلفظ پورا بیان نقل کیا ہے، پورا بیان بغیر کسی تبصرے کے اس خط کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں، ہمیں جن افکار کو سن کر تشویش ہوئی ہے، ان کو نشان زد کر دیا ہے اور آسانی کے لیے بعض چیزیں یہاں بھی ذکر کیے دیتے ہیں، مولوی سعد کاندھلوی صاحب کہتے ہیں:

(۱) تعلیم وتعلم میں سب سے پہلا تقاضا اپنی جان ومال کا ہے، علم نہ بیچنے کی چیز ہے اور نہ خریدنے کی، جب علم کا سیکھنا سکھانا ذاتی کمائی سے ہٹ جائے گا تو معلم اور متعلم دونوں کا مجاہدہ ناقص ہو جائے گا، اس کے بعد دونوں قسم کے طبقہ کو یہ کہہ کر کمانے کی دعوت دی کہ دور نبوی میں معلم و متعلم خود کماتے تھے اور صحابہ کرام لکڑیاں چن کر بیچتے تھے اور ازواج مطہرات کے گیارہ گھروں میں روزآنہ تازہ گوشت پہنچاتے تھے۔

(۲) تعلیم وتربیت کے مروج نظام کو خلاف سنت بتانا اور بڑی جرءت اور ڈھٹائی کے ساتھ علماء کو للکارنا کہ وہ اپنے تعلیمی نظام کو سنت پر لائیں، جس سے عوام کا یہ ذہن بن چکا ہے کہ مدارس کا نظام تعلیم اور مشائخ کا نظام تربیت سنت سے ہٹا ہوا ہے، عوام بلکہ سال والے علماء بھی یہ سمجھ رہے ہیں کہ مولانا سعد دعوت کے ساتھ تعلیم کی بھی اصلاح کر رہے ہیں اور تعلیم کی اصل سنت کو زندہ کر رہے ہیں، اس لیے سارے علماء ان کی مخالفت کرتے ہیں جناب والا کہتے ہیں کہ بنیادی بات یہ ہے کہ معلم اور متعلم دونوں مسجد میں ایک حلقے میں جمع ہوں، علم کا حلقہ خواص کے لیے مختص کرنا خلاف سنت ہے، ایسے حلقے سے خواص کو بھی فائدہ نہیں ہوگا، اس لیے علماء کو چاہیے کہ وہ مساجد میں علم کا حلقہ لگائیں اور نظام تعلیم کو رواج سے ہٹا کر سنت طریقہ پر لائیں۔

(۳) جماعت میں نکلنے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ ہماری اجتماعی بنیادی غلطی ہے کہ ہم نفر کو محض قتال پر محمول کرتے ہیں، یہ ہماری اجتماعی غلطی ہے، لوگوں نے ان آیات کو ایک دفاعی عارضی قتال پر محمول کر دیا، یہ لوگ احمق ہیں اور یہ سب کی اجتماعی غلطی ہے۔ (حالانکہ فی سبیل اللہ کو اگر عام مانا جائے تو جماعت کے ساتھ خیر کے سارے کام اس میں شامل ہوں گے، لیکن جناب والا کے نزدیک جہاد اور فی سبیل اب صرف جماعت میں نکلنے کے ساتھ خاص ہو گیا ہے، انھوں نے جہاد کو سرے سے خارج کر دیا ہے اور جہاد کے مقصد کو تبدیل کر دیا ہے، یہ بہت ہی خطرناک تحریف اور صریح گمراہی ہے، اب تک فی سبیل اللہ اور جہاد کے مفہوم کو عام یا خاص ماننے میں اختلاف تھا، جماعت والے عام کہہ کر تبلیغ کو بھی اس میں داخل کرتے تھے، جناب والا نے اپنی جہالت اور بدفہمی کی وجہ سے پہلے اکابر کے خلاف ایک نیا خطرناک نظریہ ظاہر کیا ہے اور اس پر اتنا اصرار کہ سارے اہل حق علماء کو عوامی مجمع میں اجتماعی غلطی کا مجرم گردانتے ہیں، سب کو احمق، بے وقوف بتاتے ہیں)

(۴) قرآن کریم کی آیت فلولا نفر من کل فرقۃ کی سب سے عمدہ تفسیر کا دعوی کرتے ہوئے کہا کہ جماعت میں نکلنا اس لیے ہے تا کہ علماء بذات

خود امت کے جہل کا مشاہدہ کریں، جی ہاں، سب سے عمدہ تفسیر اس کی یہی ہے اور رسوخ فی العلم کے لیے نکلنا شرط ہے ، پھر یہ چیلنج کیا کہ عوام میں نکلے بغیر علم میں رسوخ حاصل نہیں ہوگا۔

(۵) علماء پر نکیر کرتے ہوئے کہا کہ صرف طلبہ کو تعلیم دینا یہ خلاف سنت ہے، علماء یہ چاہیں کہ کتابیں لکھ دیں اور عوام کتاب پڑھ کر عمل کرلیں یہ دور نبوت کے بالکل خلاف ہے، کتاب سے تعلیم دینا کسی نبی کا طریقہ نہیں تھا، نہ کسی صحابی کا طریقہ تھا۔

(۶) تصنیف و تالیف پر تردید کرتے ہوئے کہا کہ اگر اس بات سے مطمئن ہیں کہ ہم نے مسائل پر کتابیں لکھ دیں تو یہ نبی ﷺ کی تعلیم کا طریقہ نہیں تھا، آگے کہتے ہیں کہ میں آپ سے کہوں کہ تعلیم و تعلم رواج کی طرف دوڑا چلا جا رہا ہے۔

(۷) درس کے مروج طریقے پر تردید کرتے ہوئے کہا کہ علم کا موضوع ایک دوسرے کے دلائل کی تردید نہیں ہے اور پھر کہا کہ ہم سب اجتماعی طور پر کوشش کریں کہ نظام تعلیم پلٹ کر سنت پر آجائے۔ (حالانکہ خود جناب والا کے بیان کا بنیادی موضوع تردید و تغلیط ہی ہوتا ہے)

(۸) امر بالمعروف کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا کہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ گشت کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوگا تو لوگ کہیں گے کہ لو بھئی۔

(۹) تعلیم و تعلم کے جدید نظام (مدارس کا مروج طریقہ، رسائل، کتابوں کی اشاعت اور آن لائن بیانات وغیرہ کے ذریعے علم دین کی اشاعت) پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جدید نظام یہ علم کے پھیلانے اور علم کے دائرے میں وسعت پیدا کر رہا ہے، میں کہتا ہوں کہ بالکل وسعت پیدا نہیں کر رہا ہے، جہل اور تنگی پیدا کر رہا ہے، علم کو آگے منتقل کرنے کے لیے کوئی ذریعہ اختیار نہ کیا جائے؛ کیونکہ علم سینہ بسینہ چلنے کی چیز ہے، علم کو لکھ کر نہیں بھیجا جائے گا، علم نشر و اشاعت کی چیز نہیں ہے، اس پر بھی اتنی شدت سے نکیر کرتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو سنت کا دشمن گردانتے ہیں۔

(۱۰) قرآن و حدیث اور سیرت صحابہ کی تحریفات کے بعد اپنے ایجاد کردہ طریقہ دعوت کو منصوص علیہ، مسنون بتانا اور مخصوص طریقہ کے تارک کو کھلم کھلا عذاب کی دھمکیاں دینا، وعیدیں سنانا، یہ کہنا کہ جماعت میں نکلنے میں تاخیر کرنا موجب عذاب ہے۔ (بھوپال اجتماع کے مغرب بعد کے بیان میں اس طرح کی باتیں بھی کہی ہیں)

(۱۱) مساجد کو مروج اعمال سے اس طرح مربوط کرتے ہیں کہ اصل عبادتیں نماز تلاوت وغیرہ کو ثانوی اور ضمنی عمل بتاتے ہیں اور دعوت اور تعلیم کو مسجد کے اصل اعمال ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور ائمہ کو اس کا پابند بناتے ہیں، گویا مسجد کا اصل کام صرف یہی مروج امور ہیں جس کا امام کو کرنا بھی ضروری ہے، نہ کرنے پر توہین و تذلیل کر کے نکال دیا جاتا ہے۔

(۱۲) مدارس پر یہ کہتے ہوئے نکیر کرتے ہیں کہ جہل کے علاج کے لیے ان کا قیام ہرگز کافی نہیں (حالانکہ جہالت کو دور کرنے کی جتنی شکلیں مروج ہیں، وہ سب مدارس ہی سے نکلی ہوئی ہیں)

(۱۳) عوام میں جماعت کے کام کے فضائل و مناقب اس طرح بیان کرنا جس سے یہ ذہن بن چکا ہے کہ ماضی میں دین کی دوسری محنتیں سب بے ضرورت اور خلاف سنت تھیں اور آج بھی جتنے کام مروج تبلیغ کو چھوڑ کر کیے جارہے وہ سب فضول اور بے ضرورت اور خلاف سنت ہیں، جس سے امت کی نہ جہالت دور ہوسکتی ہے، نہ وہ مقصود دین ہے، جس کی وجہ سے ان سے جڑا ہوا طبقہ کا مزاج سلف صالحین پر تنقید اور ان کی تشریحات کی تغلیط حتی کہ اکابر علماء کے فتاوی کو بھی حسد اور جلن بتا کر کھلے عام مخالفت کر رہے ہیں، خود جناب والا جگہ جگہ کہتے ہیں کہ ہماری بنیادی اجتماعی غلطی ہے، ہماری بنیادی اجتماعی غلطی ہے،، اس جملے سے حضرت والا اپنے نظریے کی تائید کے لیے جمہور کی غلطی بتانے میں ذرا بھی جھجھک محسوس نہیں کرتے۔

(۱۴) بھوپال اجتماع ۲۰۲۲ء کے مغرب بعد کے بیان کو بھی سنا گیا تو معلوم ہوا کہ شریعت کے اصطلاحی الفاظ ہجرت، نصرت، دعوت، نفر، خروج فی سبیل اللہ، غزوہ، سریہ، جہاد، امیر وغیرہ کی حقیقت بدل کر رکھ دی ہے، ایسی اصطلاحات کے بارے قرآن وحدیث اور صحابہ کے واقعات میں جہاں بھی کچھ ملتا ہے، جناب والا بعینہ اپنے مخترع کیے ہوئے نظام پر منطبق کر دیتے ہیں، انھوں نے کہا کہ مشورہ سے پھر جانے کو تولی یوم الزحف کہہ دیا

یہ باتیں ہم نے نمونہ کے طور پر لکھی ہیں، ورنہ معنوی تحریفات اور لفاظی کی قبیل کی باتیں تو پورے بیان میں بھری ہوئی ہیں، اس طرح کا بیان جو بھی سنتا ہے، اس کا پہلا تاثر یہی قائم ہوتا ہے کہ مدارس، علماء اور تعلیم و تربیت کا مروج نظام سب خلاف سنت ہے اور مولانا سعد کا اختراع کیا ہوا نظام ہی منصوص علیہ اور مسنون ہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ مولانا سعد بیچ بیچ میں مدارس کو دین کا قلعہ بتاکر اور علماء کو مصلح گردان کر آنکھوں میں دھول جھونکنے کی بھی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ انھوں نے اپنی شخصیت کو ساری دنیا کے سامنے ایک مصلح اعظم اور ایک مجتہد مطلق کی حیثیت سے پیش کردیا ہے، اسی لیے وہ بات بات میں کہتے ہیں کہ یہ عالمی غلطی ہے، یہ سب کی اجتماعی غلطی ہے۔

ہم نے اب تک مولانا سعد کے جو بیانات سنے ہیں، ان سے مولانا سعد صاحب کے انحراف کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ:

قلت علم اور طبیعت کی آزادی کے باوجود اپنے دائرہ علم سے باہر جاکر اہل فن سے مراجعت کیے بغیر محض اپنی فہم سے قرآن وحدیث اور صحابہ کے واقعات کی تفسیر وتشریح اور دینی امور میں بے جا دخل اندازی کرنا اور وہ بھی مجتہدانہ انداز سے، یہی وہ اصل بنیاد ہے جس میں مبتلا ہونے کی وجہ سے شاذ اور منکر اقوال وآراء اور غلط وگمراہ کن افکار ونظریات یکے بعد دیگرے مسلسل سامنے آرہے ہیں۔

حضرات اکابر!

معاملہ بہت ہی گمبھیر اور خطرناک بن چکا ہے، صریح گمراہی پھیل چکی ہے، دین کو بدل کرر کھ دیا گیا ہے اور یہ گمراہیاں گھر گھر اور علاقہ علاقہ پھیل رہی ہیں، مولانا سعد اور ان کے حامی علماء اپنے باطل افکار پھیلانے کے لیے سیدھے سادھے بے قصور عوام الناس کا استحصال کررہے ہیں، ہم اپنے صوبے میں مشاہدہ کررہے ہیں کہ جاہل عوام کا ایک بڑا طبقہ گمراہی میں ملوث ہوگیا ہے اور ان لوگوں نے سال والے علماء کو ہمارے اور عوام کے بیچ حائل بنادیا ہے، اب ہم اپنے آپ کو اصلاح سے عاجز ومجبور محسوس کررہے ہیں، کیونکہ سال والے علماء عوام کو ہم سے یہ کہہ کر بدظن کردیتے ہیں یہ لوگ جماعت میں نہیں لگے ہوئے، حضرت جی کے علوم تک ان کی رسائی نہیں ہوسکتی ہے، سال والے علماء مولانا سعد کی باتوں کو بیانات میں آگے بڑھا رہے ہیں اور تاویلیں کررہے ہیں، جوابات دے رہے ہیں، رسالے لکھ رہے ہیں، مولانا سعد کو دلائل فراہم کررہے ہیں، یہ سب کچھ آج ساری دنیا دیکھ رہی ہے، ہمارے صوبے میں کتنے ائمہ کو ان لوگوں نے امامت سے الگ کردیا ہے، بائیکاٹ کردیا ہے، اگر دارالعلوم دیوبند اور ہمارے اکابر نے صاف صاف رہنمائی نہیں کی تو اندیشہ ہے کہ علمائے کرام مایوسی کا شکار نہ ہوجائیں اور اصلاح کی رہی سہی امید ختم ہوجائے۔

آپ حضرات نے بلاخوف لومۃ لائم ایک بڑا قدم اٹھایا تھا اور متفقہ فتوی جاری کیا تھا اور سب کو دعوت دی تھی کہ مولانا سعد کی گمراہیوں کو دور کرنے کی کوشش کریں، پھر دوسری تحریر میں لکھا تھا کہ مولانا سعد ایک نئی جماعت بنارہے ہیں، لیکن دارالعلوم دیوبند کے دشمن بعض ناعاقبت اندیش لوگوں نے دارالعلوم دیوبند اور ہمارے اکابر پر بے ہودہ قسم کے الزامات لگانے کی ایک مہم چھیڑ رکھی ہے، قسطیں لکھتے رہتے ہیں، چیلنج کرتے ہیں، ایسی ایسی غلط اور بے بنیاد باتیں بھی پھیلاتے ہیں کہ دیوبند کے لوگ عوام کی بھیڑ دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے ہیں اور اپنا دامن بچارہے ہیں، ہم ایسی غلط باتوں کی پرزور تردید کرتے آئیں ہیں؛ ہمیں دیوبند کے اکابر پر کامل اعتماد ہے کہ وہ حق کے معاملے میں ہرگز کسی سے متاثر نہیں ہوسکتے۔

اس لیے ہم علمائے مدھیہ پردیش اس نازک گھڑی میں اکابرین علماء دیوبند سے دست بستہ درخواست کرتے ہیں کہ ہماری رہنمائی فرمائی جائے اور مولانا سعد کے تازہ بیان پر غور وفکر کرکے صاف لفظوں میں شرعی حکم بیان کیا جائے کہ کیا عوام اور علماء کے لیے مولانا سعد کے بیان میں شریک ہونا صحیح ہے؟ کیا ان کو دینی مقتداء بنانا درست ہے؟ اگر گنجائش نکلتی ہے تو اسی کو بتادیا جائے تاکہ ہم بھی یکسو ہوجائیں اور اگر گنجائش نہیں نکلتی ہے تو صاف صاف بتایا جائے۔

محمد محبوب قاسمی
مفتی شہر راحت گڑھ
ضلع ساگر ایم پی

محمد طہیر صاحب
قاضی شہر ضلع ...

... مسجد دارالانوار
جامعہ اسلامیہ ...
... والی

مفتی ازہار خادم مدرسہ
انوار العلوم تصغیر طیبہ للبنات
ضلع بھوپال

مولوی زبیر استاذ مدرسہ ...
محمد عرفان عالم قاسمی خادم جامعہ ...
... بھوپال

محمد ابرار خادم مدرسہ ضیاء العلوم ... ضلع ... ایم پی

حضرت مولانا مفتی ضیاء اللہ
خان صاحب شیخ الحدیث
جامعہ اسلامیہ مسجد ترجمہ والی
بھوپال

... خادم مدرسہ
جامعہ اسلامیہ دارالعلوم
مسجد ... والی ... ضلع ساگر

حبیب اللہ ...
مفتی ...
استاذ مدرسہ دارالعلوم ...

محمد ارشد خادم مدرسہ
ضیاء العلوم قصبہ ...
ضلع ودیشہ ایم پی

محمد خالد ... خادم مدرسہ
... رحمت ...
ضلع ودیشہ ایم پی

... خادم مدرسہ
دارالعلوم محمدیہ ...
ضلع ودیشہ ایم پی

بھوپال اجتماع ۲۰۲۲ء میں
مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی کا ایک بیان
(علماء کی مجلس)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، أَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (سورۂ فاطر، پارہ:۲۲، آیت:۲۸) وَقَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى: ﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (سورۂ نحل، پارہ:۱۴، آیت:۴۳) وَقَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ﴾ (سورۂ قصص، پارہ:۲۰، آیت:۸۰) وَقَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى: ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ (سورۂ توبہ، پارہ:۱۱، آیت:۱۲۲)

وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: "اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ، فَعِلْمٌ فِي الْقَلْبِ فَذَاكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ، وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَتِلْكَ حُجَّةُ اللّٰهِ عَلٰى ابْنِ آدَمَ".

وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: "مَثَلُ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهِ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيْرِ أَصَابَ أَرْضًا" إِلٰى آخِرِ الْحَدِيْثِ. أو كما قال عليه الصلاة والسلام.

میرے انتہائی محترم دوستو اور بزرگو! سب سے پہلے تو تمام علماء سے صرف ہندوستان کے علماء نہیں؛ بلکہ سارے عالم کے علماء سے یہ عالم دین اور مفتئ اعظم حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفسر اعظم کے صاحبزادے مفتی تقی عثانی مدظلہ العالی کے برادر محترم کی وفات پر ہم سارے عالم کے علماء سے تعزیت کرتے ہیں، اس زمانہ میں لوگ دنیوی اعتبار سے نفع پہنچانے والوں کی موت پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں جو دنیا سے تعلق کا اور دنیا سے محبت کا تقاضا ہے کہ لوگ محسنین صرف ان کو سمجھتے ہیں جو کسی کو دنیوی اعتبار سے کام آجاتے ہیں؛ لیکن سو بار اللہ کی قسم کھا کر کہا جا سکتا ہے کہ علماء سے بڑھ کر کوئی دنیا میں کسی کو محسنین سمجھتا ہے تو وہ بڑی غلط فہمی میں پڑا ہوا ہے؛ اس لیے ہم سب پر واجب ہے کہ ہم سب جہاں جہاں تک ہماری آواز پہنچ جائے ان سب کو چاہیے کہ وہ حضرت مولانا رفیع عثانی کے لیے ایصالِ ثواب کا اہتمام کریں، یہ سب سے پہلی بات ہے۔

اگلی بات یہ ہے کہ اللہ نے قرآن کو فرقان بنایا ہے جو حق اور باطل، کھرے اور کھوٹے، اخلاص اور الفاظ ان سب کے درمیان فرق کو واضح کرنے والا ہے، ایمان سے لے کر اعمال تک ان تمام چیزوں کو قرآن پر پیش کرنا ہوگا، قرآن فیصلہ کرے گا کہ آپ کے پاس اخلاص ہے یا الفاظ ہے، قرآن فیصلہ کرے گا کہ آپ کے پاس علم ہے یا معلومات ہیں، قرآن فیصلہ کرے گا کہ آپ کے پاس اس چیز کی حقیقت ہے یا خیال ہے، سب سے پہلے علماء کو چاہیے کہ اپنے علم کو قرآن پر پیش کریں، قرآن علم اور معلومات کے درمیان فرق کرتا ہے؛ لیکن ہم علم اور معلوم کے درمیان فرق نہیں جانتے ہیں؛ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اس میں کوئی فرق نہیں ہے، جو معلوم ہے وہ علم ہے، قرآن کہتا ہے کہ جو معلوم ہے وہ علم نہیں ہے، قرآن کہتا ہے کہ جو معلوم ہے وہ علم نہیں ہے، قرآن یہ کہتا ہے معمول وہ علم ہے، قرآن یہ کہتا ہے جو معمول ہے وہ علم ہے، مَیں نے عرض کیا کہ سب سے پہلے علم کو قرآن کی اصطلاح پر پیش کرنا ہوگا؛ اس لیے کہ کسی لفظ کا لغت کے اعتبار سے بھی اس وقت تک درست نہیں ہوتا جب تک کہ قرآن کی لغت پر پیش نہ کیا جائے، قرآن کی لغت لغت کے اعتبار سے ایک کسوٹی ہے، ایسے ہی مَیں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تمام الفاظ کی اصطلاح کے اعتبار سے بھی قرآن کسوٹی ہے، قرآن نے ہی علم کو ذکر بتایا ہے۔

لیکن علماء کو چھانٹ دیا ہے بالکل معلومات والوں کے درمیان سے ڈرنے والوں کو حصر کے ساتھ ﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ

الْعُلَمٰٓؤُا﴾ کہ اگر اللہ کے بندوں میں سے علماء کو جاننا چاہتے ہو تو وہ اللہ سے ڈرنے والے علماء ہیں کہیں علماء کو اہلِ ذکر کہا ہے ﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ان سے پوچھو جو اللہ کو یاد رکھتے ہیں ان کے احکام میں، تو مَیں نے عرض کیا کہ کہیں قرآن یہ کہتا ہے کہ علم والے احتساب والے ہیں صرف، جنہیں حکموں اور وعدوں پر یقین نہ ہو اور ان وعدوں پر حکم کو پورا نہ کرنے والے ہوں قرآن یہ کہتا ہے کہ وہ احتساب والے نہیں ہیں، وہ معلومات والے ہیں جو احتساب والے ہیں وہ علم والے ہیں، یہ بھی قرآن کہتا ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَکُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ﴾ میں نے عرض کیا کہ علم کو قرآن پر پیش کرنا ہوگا تو قرآن فیصلہ کرے گا کہ میرے پاس مطالعہ کی معلومات ہیں یا میرے سر سے لے کر پیر تک زندگی کے تمام شعبوں میں میرا عمل بتلا رہا ہے کہ علم کیا ہے؟ اسی طرح حدیث میں بھی علم اور معلومات کو الگ الگ کیا، حدیث میں بھی علم اور معلومات کو الگ الگ کیا گیا ہے، دماغ کے علم کو الگ کیا ہے اور دل کے علم کو الگ کیا ہے حدیث میں۔

میں نے شروع میں روایت پڑھی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: علم دو قسم کا ہے زبان کا اور دل کا۔ دل کا علم یہ ابنِ آدم کو نفع دے گا اور زبان کا علم اس کے خلاف قیامت میں حجت بنے گا؛ اس لیے کہ علم کا موضوع عمل ہے، علم کا موضوع عمل ہے، یہی وجہ ہے کہ دنیا میں کسی کا درجہ اس کے علم کی زیادتی پر ہوسکتا ہے؛ لیکن آخرت میں کسی کا درجہ اس کے علم کے اعتبار سے نہیں ہوگا، نہ علم تولا جائے گا نہ ناپا جائے گا نہ علم کے اعتبار سے کسی کا درجہ بنے گا، اگر علم برائے علم ہوتا تو قیامت کے دن علماء کا درجہ علم کے اعتبار سے ہوتا، علم برائے عمل ہے؛ اس لیے قیامت میں درجہ باعتبار عمل کے ہوگا، جنت کا داخلہ بھی عمل سے نہیں ہے؛ بلکہ فضل سے ہے؛ البتہ درجہ عمل سے ہے، علم سے نہیں ہے، تولے جانے والی چیز صرف عمل ہوگا، علم نہیں ہوگا؛ اس لیے سب سے پہلے یہ بات ہمارے ذہن میں رہے کہ کثرتِ معلومات کا علم سے کوئی رشتہ نہیں ہے، زیادہ جاننا یہ نہ تو علم کا موضوع ہے نہ یہ علم کی زیادتی ہے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زیادہ حدیثوں کا یاد ہونا علم نہیں ہے، زیادہ حدیثوں کا یاد ہونا علم نہیں ہے؛ بلکہ فرماتے ہیں کہ علم خشیتِ الٰہی کا نام ہے، زیادہ معلومات کا ہونا علم نہیں ہے، بعض صحابۂ کرامؓ کے اقوال میں یہاں تک ملتا ہے کہ آپ جتنا چاہے علم حاصل کرلیں؛ لیکن آپ کو اجر اتنے ہی علم پر ملے گا جتنے پر عمل ہوا ہے؛ کیونکہ اگر علم کے حاصل کرنے میں عمل کو پھلانگ جائے۔ بعض اقوال سے تو یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ علم ایک دروازہ پر آنے والا مہمان ہے، اگر اس کو اکرام کیا گیا، اُس کے لیے دروازہ کھولا گیا تو باقی رہے گا؛ ورنہ گزر کر دوبارہ واپس نہیں آئے گا، یہاں تک لکھا ہے بعض صحابہؓ کے اقوال میں، تو ہم نے عرض کیا کہ سب سے اہم بنیادی بات جو ہے کہ مَیں اپنی ذات سے سب سے پہلے اس بات کو سوچے ہر شخص کہ تم اپنے علم کو قرآن پر پیش کرو، مَیں عرض کرتا ہوں کہ یہ جاننا کہ نامحرم کو دیکھنا حرام ہے علم نہیں ہے، علم نہیں ہے یہ معلومات ہے، آپ کا نامحرم سے نظر کا پھیرنا علم ہے، اگر نامحرم کو دیکھ رہا ہے اور جان رہا ہے کہ اس کو دیکھنا حرام ہے یہ علم نہیں ہے معلومات ہے، یہی وہ علم ہے جو حدیث میں ہے کہ تیرے خلاف حجت ہے۔

تو میرے عزیز دوستو اور بزرگو! علم کے اس کمال تک پہنچنے کے لیے چند شرائط ہیں، قرآن وحدیث نے کچھ شرائط قائم کیے ہیں، اس میں سب سے پہلی شرط تقویٰ کی ہے کہ علماء کا امتیاز تقویٰ کی شرط پر ہے؛ کیونکہ یہ امتیاز تقویٰ کے بغیر حاصل نہیں ہوگا، صرف معلومات سے کسی عالم کو امت کے درمیان کبھی بھی امتیاز حاصل نہیں ہوسکتا، جب تک تقویٰ نہ ہو ﴿اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا﴾ یہ پہلی شرط ہے، علم کے بڑھنے کے لیے بھی تقویٰ شرط ہے، ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مَیں سب سے بڑا عالم بننا چاہتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اتق الله تكن أعبد الناس''

مَیں اس کو سوچتا ہوں کہ ایک فریضہ علم جس کی خدمات اور جس کا حاصل کرنا ایک ایسا بحرِ ذخّار ہے کہ جس کو آدمی عبور نہیں کرسکتا، اس کے مقابلہ میں ایک فریضہ حج جو زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر میں بلانے کے لیے تزود اور انتظام کی شرط لگادی، میری بات توجہ چاہتی ہے۔

﴿تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی﴾ مَیں غور کررہا تھا ﴿تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی﴾ اور آگے شرط لگادی ہے ﴿مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا﴾ کہ جو تم میں استطاعت رکھتا ہو باعتبار انفاق کے اور باعتبار راستہ کے امن کے وہ آئے۔ آپ جانتے ہیں کہ آپ کے گھر میں کوئی مہمان آئے تو میزبان ٹکٹ کا بھی انتظام کرتا ہے؛ لیکن اللہ نے فرمایا کہ اگر آپ کو میرے گھر آنا ہے تو اپنے خرچ پر آئے گا، میری بات توجہ چاہتی ہے۔ تقویٰ یہ ہے کہ آپ سفر کے لیے سوال نہ کریں؛ اس لیے کہ حج فرض ہے، یہ حاجیوں کا حج نہیں ہوگا، سوالیوں کا اور فقراء کا حج ہوگا، حدیث میں ہے کہ ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ ہمیشہ مانگ کر حج کریں گے۔ مَیں ایک مثال عرض کررہا ہوں، میرا دل یہ چاہتا ہے کہ مَیں عرض کروں کہ تعلیم وتعلم میں سب سے پہلا تقاضا اپنی جان اور اپنے مال کا ہے، یہ نہ بیچنے کی چیز ہے نہ خریدنے کی؛ اس لیے کہ کسی بھی لائن کا مجاہدہ اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اس میں آدمی اپنی ذات سے مال خرچ نہ کریں، ہم سمجھتے ہیں کہ تقویٰ کا سب سے پہلا تقاضا یہ ہے، تقویٰ کا سب سے پہلا مفہوم یہ ہے کہ آپ اعضاء کو بے شک گناہوں سے بچائیں علم کو حاصل کرنے میں؛ لیکن ان

اعضاء پر کنٹرول جب ہوسکتا ہے جب ہوسکتا ہے جب اس علم کو حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے معلم اور متعلم دونوں کو پاکیزہ غذا مہیا کی جائے اور تمام آمدنی کے راستوں میں سب سے پاکیزہ غذا وہ ہے جو آدمی اپنی ذات سے کما کر خرچ کرے، یہ بہت اہم بات بتا رہا ہوں، کچھ دن سے معمول بن گیا ہے کہ لوگ مال کے میل کا مصرف علم کے علاوہ کسی اور چیز کو بہتر سمجھتے ہی نہیں، ان کا ہی جاننا یہ ہے کہ مال کا میل علم پر خرچ کیا جائے، ہم بھی یہ جانتے ہیں کہ یا میل علم پر خرچ کیا جائے، یہ سب سے پہلی غلطی کہ مال کا میل علم پر لگایا جائے، مال دار بھی یہی چاہتا ہے۔

پہلی شرط یہ ہے کہ آپ علم حاصل کرنے میں اپنے اخراجات کا خود مکلف ہوں، اور تعلیم دینے میں اخراجات کے آپ خود مکلف ہوں، کون سی حاجت ایسی نہیں ہے جس کے لیے آدمی دنیا میں کوشش کرتا ہے، قرض لیتا ہے، کمائی کی کوشش کرتا ہے، میں تو کہتا ہوں کہ جتنے ادارے ہیں کیا یہ شادیاں کراتے ہیں؟ کیا آپ کا گھر بناتے ہیں؟ کیا آپ کے کھانے کا انتظام کرتے ہیں؟ کیا آپ کے کپڑے بناتے ہیں؟ تمام بڑے بڑے اخراجات معلم اور متعلم اپنی ذات سے کرتے ہیں؛ لیکن صرف تعلیم وہ اپنی ذاتی خرچ پر نہیں ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

حضرت مولانا مفتی محمود حسن مفتئ اعظم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ مجھے یاد ہے ایک مرتبہ وہ نظام الدین تشریف لائے تو حضرت جی مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد کے کچھ معتکفین کے قیام کے بارے میں استفسارات کیے، یہ نہیں کہا کہ ہم جانتے ہیں مفتی صاحب آئے، مفتی صاحب سے کہا کہ ہم تو آپ کے منتظر تھے، کچھ مسائل تھے ہماری مسجد سے متعلق، بیٹھے، مجلس ہوئی، ہمارے اساتذہ سے بات کرتے کرتے کہنے لگے میں نے سارے ابواب دیکھے فقہ کی کتابوں میں؛ لیکن کہیں ''باب الملازمت'' نہیں ملا، کوئی باب ملازمت، کوئی باب تنخواہ نہیں ملا، سب اساتذہ جمع ہوگئے، میں عرض کر رہا تھا کہ یہ ایک عادت بن گئی ہے کہ سب سے پہلے تعلیم اور تعلم کو ذاتی خرچ پر لایا جائے، ذاتی کمائی سے، جب یہ ذاتی کمائی سے ہٹ جائے گا تو پھر معلم اور متعلم دونوں کا مجاہدہ ناقص ہوجائے گا؛ اس لیے صحابہ کرامؓ کا معمول یہ تھا کہ وہ جنگل سے لکڑیاں کاٹتے تھے، ان کو چولہے میں جلانے کے قابل بناتے، چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بناتے، ان کو لاکر شہر میں بیچتے، ان سے جو آمدنی ہوتی اس آمدنی سے بکری خرید کر ازواج مطہراتؓ کے گیارہ گھروں میں تازہ گوشت پہنچایا کرتے تھے، یہ طلبہ کا کام تھا، ہمارا ایک معلم ہے، ہمیں اس کے گیارہ گھروں میں روزانہ تازہ گوشت پہنچانا ہے، آپ اس سے اندازہ کیجیے یہ طلبہ اپنے اخراجات کا بوجھ نہیں ڈالتے تھے مدرس پر؛ بلکہ مدرس کی گیارہ بیویوں کا بوجھ خود اٹھاتے تھے، ہم نے اس کو فارغ کیا ہے پڑھنے کے لیے تو ہم اس کو فارغ کریں اس کے اپنی گھریلو ضروریات سے یہ تھا نظام۔ تو میں نے ایک بات عرض کی ایک چیز جب عادت بن جاتی ہے تو وہ عادت اور ایک عذر ایک معمول بن جاتا ہے، اس سے ہٹ کر آدمی سوچتا نہیں ہے؛ اس لیے فرمایا کہ سب سے پہلے مخلوق کے مال سے استغنا اختیار کیا جائے، علم کے حاصل کرنے کے لیے اس سے اس کے اندر تقویٰ پیدا ہوتا ہے، حضرت فرماتے تھے کہ جو چیز تقویٰ کے راستے سے آئے گی وہ دل میں تقویٰ پیدا کرے گی؛ اس لیے سب سے پہلے علم کو پہنچانے کے لیے علم کو حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے پاکیزہ غذا کی ضرورت ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ علم کو پہنچانے کے لیے امت تک اور امت کا علماء سے علم کو حاصل کرنے کے لیے میں کہا کرتا ہوں کہ معلم کے تعلق سے پہلے جس ذات پر علم اترا ہے اس سے تعلق کی ضرورت ہے، لوگ یہاں پر بات ختم کر دیتے ہیں کہ استاذ کا ادب کرو؛ لیکن استاذ کے ادب کا درجہ بہت بعد کا ہے، سب سے پہلے وہ ذات جس ذات سے علم نکل کر آیا ہے اگر اس کی ذات کے ساتھ تعلق نہیں ہے اور اس کے قرب والے اعمال پر استقامت نہیں ہے، تو میں صاف عرض کرتا ہوں کہ ذہانت سے معلومات حاصل کرسکتا ہے علم حاصل نہیں کرسکتا ہے۔

میں صاف عرض کرتا ہوں کہ اگر کسی کو کتاب یاد ہوجاتی ہے تو یہ اس کے دماغ کا کمال ہے، دماغ ایک فوٹو اسٹیٹ مشین ہے، آپ جتنی چاہیں کاپیاں نکال لیں، دماغ ایک فوٹو اسٹیٹ مشین ہے جو کتاب کا عکس لے رہی ہے اور اس عکس پر لوگ مطمئن ہوکر بیٹھے ہوئے ہیں، اس کو علم کہتے ہیں، علم کو ذکر اللہ اس لیے فرمایا ہے؛ تاکہ یہ ہر موقع پر اللہ کو یاد رکھے؛ اس لیے مجھے عرض کرنا تھا کہ علم کے حاصل کرنے کے لیے بنیادی شرط تعلق مع اللہ ہے، اگر تعلق مع اللہ نہیں ہے تو اگر میں کہوں کہ استفادہ علم کے لیے اپنے استاذ سے تعلق ایک عادت کی چیز ہے، اپنے علم حاصل کرنے کے لیے تعلق مع اللہ ضروری ہے، معلم تو درمیان کا واسطہ ہے، اس سے تعلق اور اس کا ادب وہ بعد کی چیز ہے؛ اس لیے وہ اعمال جن اعمال سے اللہ کا قرب بڑھتا ہے وہ علم کو حاصل کرنے کے لیے بنیادی شرط ہے؛ اسی لیے قرآن یہ کہتا ہے کہ جو چیز نفس کو زیادہ کچلنے والی ہے وہ اتنا زیادہ علم کو کھولنے والی ہے، فرمایا: ﴿أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا﴾ رات کا قیام اور تہجد جتنا اہتمام ان کا زیادہ ہو علم کھلے گا، ''اقوم قیلا'' کہا آدمی کی زبان سے جو بات نکلے گی وہ رات کے قیام اور تہجد سے درست نکلے گی۔

لیکن اللہ مجھے معاف فرمائے اس زمانہ میں معلم اور متعلم دونوں کا خیال یہ ہے کہ ابھی پڑھنے پڑھانے کا زمانہ ہے، اس میں نیند پوری ہونی چاہیے، اور اس میں کچھ تفریح ہونی چاہیے، مقصد دماغ کو تازہ کرنے کے اسباب اختیار کرتے ہیں علم حاصل کرنے کے لیے؛ حالانکہ دماغ سے زیادہ دل کو تلاوت، تہجد اور اعمال سے تازہ کرنے کی ضرورت ہے، اگر دل کے علم کی ضرورت ہے یہ بنیادی بات ہے، بعض تو یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ نوافل کے اشتغال سے علم کا ایک باب حاصل کرنا افضل ہے، مجھے حیرت ہوتی ہے، کتنے جرأت کی بات ہے کہ حدیث کے سارے موضوع کو بدل کر اور اس نے اس روایت سے نوافل کے استخفاف کا استدلال کیا ہے، یہ کتنے جرأت کی بات ہے کہ ایک باب علم کا حاصل کرنا ہزار رکعت سے افضل ہے، میں سوچتا ہوں کتنی جرأت کی بات ہے، وہ اللہ کا قرب حاصل کرنے والے اعمال جن سے اللہ کی ذات کا قرب علم کے کمال تک پہنچاتا، اس نے یہ کہہ کر نوافل کو چھوڑ دیا کہ ایک باب علم کا حاصل کرنا ہزار رکعت سے افضل ہے؛ حالانکہ ان ہزار رکعت کے پڑھنے سے ایک باب علم کا حاصل کرنا افضل کا مطلب یہ تھا کہ ایک آدمی اپنی جہل کے ساتھ ہزار رکعت نوافل پڑھے اس سے بہتر یہ ہے کہ ایک باب علم کا حاصل کرے، اس سے جاہل عابد مراد ہے، اس سے جاہل عابد مراد ہے، پھر میں کہہ رہا ہوں، جاہل عابد، اگر جہل کے ساتھ نفل پڑھ رہا ہے تو نہیں معلوم کہ وہ اس جہل سے کون سے شعبہ کا حکم چھوڑ رہا ہے یا نماز میں کوئی بھی غلطی کر رہا ہے؛ ورنہ بعض محدثین کا معمول تین سو رکعت روزانہ نوافل کے پڑھنے کا رہا اور فرماتے کہ جب ضعف بڑھ گیا تو ڈیڑھ سو رکعت کردی؛ ورنہ تین سو رکعت کا معمول رہا ہے، جس ذات کا علم ہے اس سے آپ کو کتنی قربت ہے، اور یہ بات آپ جانتے ہیں حدیثِ قدسی ہے کہ نوافل کے ذریعہ میرا بندہ مجھ سے اتنا قریب ہوجاتا ہے کہ میں خود اس کا اعضاء بن جاتا ہوں، میں کہتا ہوں کہ اللہ اعضاء بن جائے اس سے زیادہ علماء کے علم کے ظاہر ہونے کی اور کوئی شکل نہیں ہے۔

اقوال سے، استدلال سے اور روایات سے اور آیات سے آپ علم پیش کریں، اس سے کہیں زیادہ مشاہدہ کا علم، مطالعہ کا علم ہوتا ہے، ایک تو مشاہدہ کا علم وہی علم ہے کہ اللہ تعالی اپنے قرب کی وجہ سے اپنے بندے کے خود اعضاء بن جائیں آپ جانتے ہیں، حدیثِ قدسی ہے، تو ہم نے عرض کیا کہ علم کو امت تک پہنچانا اور علماء سے علم کا لینا معلم اور متعلم خدا کی قسم ان دونوں کا ایسا رشتہ ہے اور ان کے درمیان اختلاط اور صحبت وہ علم کے منتقل ہونے کے لیے ایسی بنیادی شرط ہے کہ اگر یہ نہیں ہے تو علم کے انتقال کا امکان ہی نہیں، ہمیں اس بات پر بڑا شکوہ ہے اس بات پر کہ علماء کی صحبت سے ہٹ کر اب علم نشر واشاعت کی چیزیں بن بیا ہے یہ بڑے دُکھ کی بات ہے، بڑے دُکھ کی بات ہے؛ ورنہ میں کہتا ہوں کہ اختلاط اور صحبت کے بغیر علم کو آگے پہونچانا یا کسی ذریعے کا اختیار کرنا یقیناً خلافِ سنت اور خلفائے راشدینؓ اور علمائے مجتہدین کے مزاج کے بالکل خلاف ہے، بالکل خلاف ہے۔

امام اوزاعیؒ اپنے شاگردوں کو حدیث لکھنے کو منع کرتے تھے، امام مالکؒ اپنے شاگردوں کو اپنی بات لکھنے سے منع کرتے تھے کہ لکھومت، کہ یہ باتیں ہمیں کہاں سے ملیں گی جو باتیں آپ فرما رہے ہیں، فرماتے تھے کہ تم شرائط کے ساتھ سنو اور علم کے حلقے میں بیٹھ کر سنو اور ان کو سنتے رہو ان کے شرائط کے ساتھ اللہ تعالی تمہیں اس درجے تک پہونچائیں گے کہ تمہارے دل سے خود یہ بات ثابت ہوں گی؛ لیکن لکھومت، فرماتے تھے حدیث کو لکھ کر اگر تم لے گئے اپنے ماحول میں تو حدیث کا نُور حدیث کا وقار جاتا رہے گا، میں حیران ہوگیا یہ سُن کر کہ آج کل لوگ قلم کے آلات پر علم کو چلا رہے ہیں، اور وہاں جو طلبہ جو روزے اور وضو کے ساتھ عام حاصل کیا کرتے تھے انہیں اپنے ہاتھ کے قلم سے بھی حدیث لکھنے کو منع کیا جا رہا ہے، غور کرو کتنے سادے انداز سے حدیث کو صرف سند کے ساتھ لکھوانے پر وہ اس سے منع کرتے تھے کہ تم لکھومت کہ حدیث کا نُور، اس کا وقار جاتا رہے گا تم اس کو لکھ کر لے جاؤگے، اپنے ماحول میں غفلت کے ماحول میں اور تم ہماری حدیثیں لکھ کر ان سے اپنی اپنی مرادیں نکالوگے، مراد تو جب معلوم ہوگی جب معلم کی صحبت میں رہوگے تو حدیث کی مراد ہوگی کہ حدیث کی مراد کیا ہے، جب تمہیں علماء کی صحبت نہیں ہوگی تو تمہیں احادیث کی مرادیں معلوم نہیں ہوں گی، تم مرادیں نکالوگے اپنے ذہن کی بنیاد پر کہ جتنا بھی اختلاف ہے اس زمانے میں زیادہ وہ اپنی لاعلمی کی وجہ سے اختلاف ہے: حالانکہ ہمیشہ کا اُصول ہے یہ کہ کسی بات کی جو مراد ہوتی ہے وہ سننے والے کے پاس ہوتی ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اس سے کیا کہنا چاہتے ہیں؛ ورنہ اس زمانے میں تردید کا جو دروازہ کھلا ہے وہ اس لیے کھلا ہے کہ سننے والا اپنے مفہوم کا اعتبار کرتا ہے؛ حالانکہ سننے والے کے مفہوم کا اعتبار نہیں ہے کہنے والے کی مراد کا اعتبار ہے، کہاں کہنے والے کی مراد اور کہاں سننے والے کا مفہوم۔

میں بہت اہم بات کہہ رہا ہوں، تو میں نے عرض کیا کہ بنیادی شرط وہ یہ تھی، میری بات یاد رکھیے گا آپ لوگ، بنیادی شرط یہ تھی کہ علم کو آگے منتقل کرنے کے لیے کوئی ذریعہ اختیار نہیں کیا جائے گا؛ کیونکہ علم سینہ بہ سینہ چلنے کی چیز ہے، علم کو لکھ کر نہیں بھیجا جائے گا، صاف طور پر عرض کرتا ہوں، بار بار کہتا ہوں، کہ علم اللہ کے واسطے چھوڑ دو نشر واشاعت، علم نشر واشاعت کی چیز نہیں ہے، علم تعلیم و تعلّم کی چیز ہے، نشر واشاعت کی چیز، نشر واشاعت کے

لیے دنیا بہت ہے، اسباب و وسائل یہ دنیا کی نشر واشاعت کے لیے ہو سکتے ہیں، لیکن علم نشر واشاعت کی چیز نہیں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک صاحب نے خط لکھا، خط میں لکھا: امیر المؤمنین! مجھے علم لکھ کر بھیجیے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب اتنا لکھا خط میں کہ علم لکھ کر بھیجنے کی چیز نہیں ہے، آپ کو علم حاصل کرنا ہے، آپ آئیے مدینہ منورہ، یہاں علماء کی صحبت میں رہیے، اپنا ماحول چھوڑیے، یہ جواب لکھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہ علم نشر واشاعت کی چیز نہیں اور اب تو حد ہی ہوگئی ہے کہ اب تو آلاتِ باطل علم کی نشر واشاعت کے لیے استعمال کیا جاتا کیا؟ بلکہ اس کے علاوہ کوئی اس سے بہتر راستہ نظر نہیں آتا ان کو، میں تو حیران ہوں کہ منکر راستہ اختیار کیا گیا ہے علم کو پہونچانے کا، اس میں نور کہاں سے آجائے گا، ظلمت کے راستے سے نور اور گناہوں کے راستے سے علم، اور منکرات کے راستے سے معروفات، میں نے عرض کیا ان لوگوں کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں، صاف بات ہے۔ تو میں نے عرض کیا کہ بنیادی بات یہ ہے کہ معلم اور متعلم یہ دونوں ایک حلقے میں جمع ہوں، مسجد میں؛ تاکہ یہاں سے علم منتقل کیا جائے۔

مولانا الیاس صاحب کا ملفوظ ہے کہ حوادث زمانہ نے علم کو مسجد سے نکال دیا ہے؛ ورنہ معلم، متعلم کے جمع ہونے کی جگہ مسجد تھی، جب امام مالکؒ نے مؤطا امام مالک مکمل کر لی، اس زمانے میں ہارون رشید نے اپنے وزیر جعفر برمکی کو بھیجا امام مالکؒ کے پاس اور یہ کہا کہ جاؤ امام صاحب سے جا کر کہو کہ کتاب لے کر آئیں، مجھے حدیث سنائیں، خلیفہ خلیفہ ہے، اب وہ عام لوگوں کے حلقے میں جا کر بیٹھے یہ اُن کی شان کے مناسب نہیں تھا، امام صاحب نے جواب دیا جعفر برمکی کو کہ جا کر کہہ دو امام صاحب سے، جا کر کہہ دو ہارون رشید سے خلیفہ سے کہ علم چل کر کسی کے پاس نہیں جاتا، آپ کو علم اگر سیکھنا ہے اور حدیث سننی ہے تو اپنا خلافت کا اثر اور اپنا ٹھاٹ باٹ چھوڑ کر یہاں آئیے مسجد میں، یہ کہہ کر وزیر کو واپس کر دیا؛ اس لیے کہ اس زمانے میں علماء کی شان اس لیے تھی کہ وہ اُمراء کے دروازوں پر نہیں جاتے تھے وہ جانتے تھے کہ علم کی توہین ہے؛ بلکہ میں اس وقت کیا عرض کروں آپ حضرات سے عرض کر دیتا ہوں۔ ابنِ عطیہؒ نے علامہ سیوطیؒ سے ایک درخواست کی تھی اور یہ کہا کہ میرا ایک بہت اہم کام ہے جس کے لیے بادشاہ کے حکم کی ضرورت ہے، کام نہیں کر سکتے اور بادشاہ اگر حکم دے گا تو ہو جائے گا۔ سلطان غوری کا زمانہ تھا غالباً ایک مرتبہ خدام کو اور آپ کا وہ مقام ہے کہ اگر (علامہ سیوطیؒ کو کہا) کہ آپ کا وہ مقام ہے کہ بادشاہ آپ کی بات کو رد نہیں کرے گا کام اتنا اہم ہے کہ آپ کے علاوہ کسی اور کی سفارش چلے گی نہیں بادشاہ کے یہاں، آپ صرف ایک مرتبہ یہ کہہ دیں جا کر بادشاہ کے یہاں کہ ابنِ عطیہ کا یہ کام کر دو، علامہ سیوطیؒ نے عرض کیا، علامہ سیوطیؒ نے فرمایا ابن عطیہ سے کہ آپ کے کام سے انکار کرتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے؛ لیکن میرے ساتھ ایک مجبوری ہے میں آپ کا کام ضرور کر دیتا؛ لیکن میں نہیں کر سکتا، وجہ یہ ہے کہ مجھے ستر مرتبہ سے زیادہ محمد ﷺ کی زیارت کھلی آنکھوں سے ہو چکی ہے، میں آپ ﷺ کے علم کی مجلس میں ہوتا ہوں اور وہاں سے استفادہ کرتا ہوں اگر میں ایک مرتبہ بھی چلا گیا بادشاہ کے دربار میں تو یہ زیارت کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا، زیارت کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا، آپ غور کیجیے ابن عطیہؒ نے علامہ سیوطیؒ سے یہ کہہ کر معذرت کی کہ میں نہیں جا سکتا، مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر ایک مرتبہ میں چلا گیا تو آپ ﷺ کی کھلی آنکھوں جو زیارت ہو چکی ہے زیارت کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔

جعفر برمکی کو یہ کہہ کر امام مالکؒ نے واپس کیا پیچھے پیچھے خود بھی آگئے، جواب پوچھا خلیفہ نے کتاب لائے ہو؟ یہ فرماتے تھے جو لوگ علم حاصل کیے بغیر میری بات توجہ سے سننا، جو لوگ علم حاصل کیے بغیر علم کا تعاون کریں گے وہ علم پر بڑے بن کر آئیں گے؛ کیونکہ اُن کے پاس یہ نور ہے نہیں جو ان میں تواضع پیدا کرے؛ اس لیے اگر معلم متعلم میں مخلوق سے استغنا نہیں ہے، اگر مخلوق سے استغناء نہیں ہے تعلیم کے تقاضوں پر تو حضرت تھانویؒ کی حوض کی مرمت ہو رہی تھی جس میں ایک صاحب نے کچھ تعاون کی اجازت طلب کی اور آکر مداخلت کی کہ یہ حوض کی نالی اس طرح بننی چاہیے حضرت اندر سے آئے اور پیسے لا کر واپس کیے کہ لے کر چلے جاؤ تم نے تعاون کیا، مداخلت کر رہے ہو ہمارے کام میں، کچھ لوگ تھے اہلِ ثروت جو مدرسہ مظاہر العلوم کا تعاون کرتے تھے شیخ کے پاس لا کر پیش کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک مال دار آدمی نے آکر یہ رائے رکھی حضرت کے سامنے، بیچارہ شامت کا مارا کہ جی وہ ہماری رائے یہ ہو رہی کہ مدرسہ میں تھوڑی انگریزی داخل ہونی چاہیے، مجھے شرم آتی ہے جب طلبہ وہاں اڈے پر کھڑے ہوتے ہیں بس کے اور اسکول کے طلبہ سے کہتے ہیں کہ بتائیے یہ بس کہاں جا رہی ہے تو وہ ہنستے ہیں اُن پر کہ مُلا جی تجھے پتہ نہیں بس کہاں جا رہی ہے، مجھے بڑی شرم آتی ہے، اجازت دیجیے کہ انگریزی داخل کی جائے؛ تاکہ ہمارے طلبہ کو کم از کم اتنا تو معلوم ہو کہ یہ بس کہاں جا رہی ہے، دیوبند جا رہی ہے، میرٹھ جا رہی ہے، کہاں جا رہی ہے، شیخ کا غصہ اللہ اللہ، فرمایا: آج کے بعد ہم تمہارا ایک پیسہ بھی مدرسہ کے لیے قبول نہیں کریں گے، معافی مانگی کہ کیوں تمہیں خیال کیوں آیا، تمہیں اس کا تو خیال آیا تمہیں اس پر تو شرم آئی کہ تم کسی اسکول والوں سے پوچھ رہے ہو کہ یہ بس کہاں جا رہی ہے، کیا اُن کو اس پر شرم نہیں آتی کہ اُن کو غسل کے فرائض معلوم نہیں ہیں، تمہیں اللہ نے علم

دیا ہے، تم تو اپنے اس علم کے ساتھ اپنے اس جہل سے شرمندہ ہو رہے ہو اور وہ دنیا کے علم سے بڑھ کر اصل علم سے محروم ہیں اُن کو شرم نہیں آتی، تمہیں تو یہی نہیں معلوم کے بس کہاں جا رہی ہے، اس کو تو یہ نہیں معلوم کہ غسل کے فرائض کتنے ہیں، مجھے یہ درمیانی باتیں یاد آتی ہیں؛ اس لیے کہتا ہوں کہ اگر نہ بیان کروں تو وہ رہ جائیں مَیں ایک مثال دے رہا ہوں۔

اس لیے علماء کو ہمیشہ استغناء رہا ہے مخلوق سے؛ اس لیے کہ اگر خدا نہ کرے کہ اگر استغناء میں کمی آتی ہے تو پھر اہل فن کی مداخلت ان شعبوں کے اندر پورے پورے حق کے ساتھ ہوگی، صاف بات ہے مَیں اشارہ کر رہا ہوں سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ ہم آپ کا تعاون کریں گے تو آپ کے کام میں مداخلت کریں گے، سیدھی بات ہے تو مَیں عرض کر رہا تھا کہ جعفر برکی کو امام صاحب نے واپس کر دیا خود پیچھے پیچھے ساتھ آ گئے، وہاں پہونچے تو بادشاہ نے پوچھا کہ کتاب لائے ہو؟ امام مالکؒ نے کہا کہ جس علم کو پچاس ہزار سال کی مسافت سے جبرئیلؑ لے کر آئے ہیں، آپ یہاں بیٹھ کر کہتے ہیں کہ علم میرے پاس لایا جائے، فرمایا بادشاہ سے امام مالکؒ نے کہ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ علم آپ کے پاس لایا جائے تو اللہ اس بادشاہت کو خاک میں ملا دیں گے اور آپ کہیں کے نہیں رہیں گے، اگر آپ چاہتے ہیں علم حاصل کرنا تو یہ چھوڑیے اپنا تخت اور اپنی بادشاہت کی مجلس اور آیئے مسجد میں آیئے؛ چنانچہ یہ سُن کر؛ بلکہ یہ بھی بیان کیا، حدیث بیان کی صحیح سند کے ساتھ امام مالکؒ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "غیر أولي الضرد" کا چھوٹا سا جملہ قرآن کا نازل ہوا، بہت مختصر وحی نازل ہوئی، اس وقت مقدر سے حضور ﷺ کا کرتہ مقدر سے میری ران پر تھا، اس کا بوجھ اتنا پڑا مجھ پر کہ میری ران کی ہڈی چورا چورا ہونے کو تھی، اتنا بوجھ وحی کا اور آپ یہ کہتے ہیں کہ یہاں لایا جائے علم؛ چنانچہ وہاں پہونچے وہاں جا کر امام مالکؒ نے کہا کہ یہ کتاب پڑھیے، اُس نے کہا کہ پہلے جو لوگ بیٹھے ہوئے ہیں یہاں حلقے میں عوام، ان عوام کو پہلے باہر نکالیے کمرہ سے پھر ہم پڑھیں گے، یہ مجھے اصل بات عرض کرنی تھی۔

عوام کو نکالیے کمرہ سے تب ہم پڑھیں گے، امام مالکؒ نے یہ فرمایا کہ جب عوام کو علم کے حلقے سے الگ کر دیا جائے گا تو خواص کو بھی اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، یہ بہت غور کرنے کی بات ہے علم کے حلقے سے اگر عوام کو الگ کر دیا گیا خواص کے لالچ میں تو خواص کو بھی کچھ فائدہ نہیں ہوگا، خواص کو جب فائدہ ہوگا علم سے جب عوام بھی ان کے علم کے حلقے میں ہوں تو مَیں یہ کہنا چاہتا تھا کہ عوام اور علماء کو جمع کیا گیا تھا مقام پر بھی خروج میں بھی؛ کیونکہ یہ بات سب سے پہلے جاننی چاہیے کہ اللہ کے راستہ کے نفر کا امر اور اللہ کے راستے میں نکلنے کا حکم وہ سب سے گہرا رشتہ اس کا تعلیم کے ساتھ ہے جو فرضیت علم کی ہے وہ فرضیت نفر کی ہے یہ ہماری اجتماعی بنیادی غلطی ہے کہ ہم نفر کو محض قتال پر محمول سمجھتے ہیں اور اس کے فضائل کو محض قتال پر محمول کرتے ہیں، ہماری بنیادی اجتماعی غلطی ہے یہ مَیں صاف عرض کر رہا ہوں کہ وہ نفر کی اہمیت اور نفر کے فضائل کو قتال پر محمول کر دیتے ہیں؛ حالانکہ اگر قرآن کو غور سے پڑھو تو جتنا گہرا رشتہ اس نفر کا تفقہ فی الدین کے ساتھ ہے، قتال ایک عارض ہے قتال ایک عارض ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک صاحب سے سوال کیا مَیں آپ سے مشورہ کرنے آیا ہوں، مَیں قتال کے لیے جانا چاہتا ہوں، فرمایا اس سے بہتر مشورہ دُوں اپنے محلّہ میں مسجد بنالے اور مسجد میں لوگوں کو مسائل سکھلایا کر، تو قرآن پر غور کرو کہ نفر کا گہرا رشتہ کس کے ساتھ ہے، محض ایک فائی عارض پر نفر کو موقوف کر دینا عقل مندی کی بات نہیں ہے۔

نفر کا اصل مقصد امت کو ردّت اور جہالت سے بچانا ہے یہ نفر کا اصل مقصد ہے، یہ نبی کی بعثت کا مقصد ہے، نبی کی بعثت کا مقصد تعلیم ہے اور ہمارے یہاں تبلیغ میں نفر کا مقصد تعلیم ہے؛ اس لیے قرآن نے اُس کو کھول کر بیان کیا ہے ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ﴾ کہ نکلنا اس لیے ہے تاکہ علماء بذات خود امت کے جہل کا مشاہدہ کریں، جی ہاں! سب سے عمدہ تفسیر اس کی یہی ہے کہ علماءِ امت کے جہل کا مشاہدہ کریں، جب یہ علم حاصل کر کے عمل کرنے والوں پر اللہ کی نعمتوں کا مشاہدہ کریں گے اور جاہل رہنے والوں پر اللہ کی نعمتوں کا مشاہدہ کریں گے اس سے ان کے اپنے علم میں رسوخ پیدا ہوگا اور واپس جا کر ان کا مقام میں لوگوں کو ڈرانا مؤثر ہو جائے گا، ﴿وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾ ویسے بھی "لِيُفَقِّهُوا" نہیں کہہ رہے "لِيَتَفَقَّهُوا" کہہ رہے ہیں، مَیں تو سوچ رہا تھا یہ لازم بنایا گیا ہے، متعدی نہیں بنایا گیا ہے اس کو، کہ علماء اس لیے نکلیں کہ لوگوں کو جا کر سکھلائیں؛ بلکہ اس لیے "لِيَتَفَقَّهُوا" کہہ رہے کہ ہر ایک کا نکلنا اس کی اپنی ذات کے لیے ہے کہ اس کا نکلنا اس کے اپنے علم میں رسوخ پیدا کرے گا، عوام کے جہل کا مشاہد، عوام کی بے دینی کا مشاہدہ کرنے سے اور عوام میں دین کا مشاہدہ کرنے سے ان کے اپنے علم میں رسوخ پیدا ہوگا تو مَیں نے عرض کیا کہ جو بات اصل عرض کر رہا تھا کہ عوام اور علماء کے درمیان اختلاط یہ تھے علم کے منتقل ہونے کا سبب کہ علماء کی مجلس اور علماء کی صحبت سے علم حاصل کرو میرے دوستو،

عزیزو! مدارس سر آنکھوں پر؛ لیکن یہ علماء نے لکھا ہے کہ مدارس کا قیام امت کے جہل کے علاج کے لیے ہرگز کافی نہیں ہے، بالکل نہیں۔ اگر غور سے دھیان سے "تحفۃ الائمہ" پڑھو (کتاب) تو معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جتنا تعلیم کے نظام کو متقدمین کے مزاج کی طرف لے جاتے ہیں اتنا اس میں وسعت نظر آتی ہے اور جتنا جدید نظام کی طرف لاتے ہیں اتنی تنگی نظر آتی ہے اور لوگ یہ سمجھتے ہیں اپنی بے عقلی سے کہ جدید نظام یہ علم کے پھیلانے کا، علم کے دائرے میں وسعت پیدا کر رہا ہے، مَیں کہتا ہوں بالکل وسعت پیدا نہیں کر رہا ہے، جہل اور تنگی پیدا کر رہا ہے، یہ غلط خیال ہے، آپ جتنا علم کے تعلیم کے نظام کو لے کر جائیں گے سنت کی طرف اور متقدمین کے مزاج کی طرف اتنا آپ دیکھیں گے کہ آپ کو علم میں نظامِ تعلیم میں وسعت نظر آئے گی، میری بات بہت توجہ چاہتی ہے، ہاں! آپ سنت کے طریقے سے ہٹ جائیں اور یہ کہیں کہ دیکھیے نشر واشاعت اتنی ہو رہی ہے تو مَیں کہتا ہوں تو علم کو رکھا گیا تھا مسجد میں اس میں کوئی شک نہیں کہ مدارس اسلام کے قلعے ہیں یہاں علماء تیار کیے جاتے ہیں؛ لیکن اگر ان کا استعمال اور مستقل طور پر علماء نے مسجدوں کو اپنا ٹھکانہ نہ بنایا تو مَیں اللہ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ "عوام کے جہل کا کوئی علاج نہیں ہے" ۳ رمرتبہ؛ اس لیے کہ مساجد محلّے کے کلینک کی طرح ہیں، ڈاکٹر بنتے ہیں کالجوں میں اور یونیورسٹیوں میں وہ بھی جا کر محلوں میں اپنے کلینک قائم کرتے ہیں، آپ دیکھیں لائن لگی رہتی ہے کلینک پر۔

ہمارا یہ جی چاہتا ہے کہ علماء مسجدوں کو اس طرح وقت دیں کہ یہ آنے والوں کے ساتھ اختلاط کر کے یہاں ان کو تعلیم دیں کوئی بڑا کیس آجاتا ہے کلینک میں تو وہ ریفر کر دیتے ہیں بڑے ہسپتال میں کہ ان کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے ان کو وہاں لے جاؤ اور مَیں کہا کرتا ہوں کہ مساجد بے شک تعلیم و تعلم کی جس فرض علم کی امت کو ضرورت ہے، جتنا علم جہنم سے بچنے کے لیے فرض اور لازم ہے یہ تقاضا مدارس سے پورا ہونے والا نہیں ہے، کبھی نہیں، یہاں تک لوگوں کا ذہن بنا دیا گیا ہے مجھے اس بات سے سخت اُلجھن اور سخت اشکال ہے کہ بھئی تبلیغ میں تو فضائل کی کتاب! یہ کیا بات! تبلیغ میں اگر صرف فضائل فضائل اور فضائل ہیں تو صرف فضائل سے تو کوئی عمل درست نہیں ہوتا، فضائل سے تو عمل کا شوق پیدا ہوتا ہے مَیں تو سمجھتا ہوں کہ تبلیغ میں تعلیم ناقص ہے، اگر فضائل کے ساتھ علماءِ کرام اور مفتیانِ کرام مسجدوں اور عوام کو وقت دے کر اگر اس ڈھائی گھنٹے کی محنت کے دَوران آنے والوں کو مسائل نہیں سکھاتے ان کو وضو کر کے نہیں دکھلاتے تو پھر مَیں سمجھتا ہوں کہ پھر فضائل کی تعلیم بالکل ناقص کام ہے، مَیں صاف کہتا یہ دعوت ناقص ہے، اگر مسائل کی تعلیم نہیں اور اگر اس بات سے مطمئن ہیں کہ ہم نے مسائل پر کتابیں لکھ دی ہیں، پڑھ لو اس کو تو مَیں صاف طور پر عرض کرتا ہوں کہ نبی ﷺ کی تعلیم کا طریقہ یہ نہیں ہے؛ کیونکہ اگر علماء کی صحبت نہیں ہے تو پھر ایسے فتنے پیدا ہوں گے، ایسے فتنے پیدا ہوں گے مَیں آپ کو ایک قصہ سناؤں کیا عجیب و غریب واقعہ ہے اور ہے بھی دَورِ نبوت کا، آج کا نہیں، اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ سیّد القراء ہیں، جب تک مَیں یہ پہلے عرض کر دیتا ہوں بطور تمہید کے؛ تاکہ واقعہ سمجھ میں آئے جب تک چوٹی کے علماء کا تعلق اپنے بڑے علماء سے نہیں ہوگا اور خاص طور پر جو علمائے متقدمین لکھے گئے ہیں اگر ہر فرد ہر موقع پر وہاں سے رجوع نہیں کرے گا تو جتنی شروحات متن سے دُور ہوتی چلی جاتی ہیں اتنی ہی ان کی مرادیں بدلتی چلی جاتی ہیں، مَیں یہ بہت ضروری بات عرض کر رہا ہوں، "ہمارا خیال یہ ہے" ۳ رمرتبہ، ان کے خیالات ان کے متون سے اتنے دُور چلے جائیں گے کہ متن کچھ ہوگا شارح کچھ کہہ رہا ہوگا تو میں نے عرض کیا کہ کوئی کتنا بھی بڑا عالم ہو؛ مگر اس کو اپنے سے بڑے علماء کی ہر قدم پر ضرورت ہے، یہ بہت ممکن ہے کہ آپ غلط سوچ رہے ہوں، بہت ممکن ہے کہ آپ کا استنباط غلط ہو، بہت ممکن ہے کہ کوئی ایک ایسا پہلو چھپا ہوا ہے جس پر آپ کی نظر نہیں گئی تو اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا فرمایا غلط پڑھ رہے ہو، ایک اور آیا اس نے پڑھا کہا کہ تم بھی غلط پڑھ رہے ہو کہا کہ ہم ٹھیک پڑھ رہے ہیں، فرمایا کہ: غلط پڑھ رہے ہو، صحیح بھی ہے کہ جب سیّد القراء کہہ رہے ہیں کہ غلط پڑھ رہے ہو تو غلط ہی ہوگا، دونوں کو پکڑ کر لے گئے اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں کہا کہ یہ بھی غلط پڑھ رہا ہے اور یہ بھی غلط پڑھ رہا ہے، آپ نے دونوں سے سنا دونوں سے قرآن سُن کر فرمایا یہ بھی ٹھیک پڑھ رہا ہے اور یہ بھی ٹھیک پڑھ رہا ہے، دونوں ٹھیک پڑھ رہے ہیں، اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں ایسے فتنے میں پڑ گیا اور مجھے یہ خیال ہوا کہ دونوں غلط پڑھ رہے ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ٹھیک پڑھ رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ کہ میرے دل میں آپ ﷺ کو جھٹلانے کا ایسا داعیہ اور ایسا جذبہ پیدا ہوا کہ کبھی زمانۂ جاہلیت میں بھی ایسا خیال نہیں آیا تھا آپ کو جھٹلانے کا جیسا آج خیال آیا آپ کو جھٹلانے کا نعوذ باللہ! آپ نے فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ میرے دل میں فتنہ پیدا ہو گیا اور ایسا جھٹلانے کا فتنہ پیدا ہوا کہ زمانۂ جاہلیت سے بھی بڑھ کر ہے آپ نے دیکھ لیا کہ اس کے دل میں فتنہ پیدا ہو گیا ہے اور یہ میرا یہ کہنا کہ دونوں ٹھیک پڑھ رہے ہیں یہ اس کے سمجھ میں نہیں آرہا ہے تو روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا، اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَیں جو اصل بات کہنا چاہتا ہوں صحبت، آپ نے سینہ پر ہاتھ رکھا تو میرے سینے پر ہاتھ رکھتے ہی آپ کے میرے ایمان اور یقین کا حال یہ ہو گیا مَیں اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔

جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ اس کے دل سے شک نکل گیا ہے اور جو فتنہ پیدا ہوا تھا دل میں وہ نکل گیا ہے تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:
اے اُبی! میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اے اللہ! میری امت، تو بہت اُمی ہے اور بہت اَن پڑھ ہے، اگر ایک طرح سے قرآن پڑھنا لازم
کر دیا گیا تو سب کے لیے مشکل ہو جائے گی تو مجھے امت کی سہولت کے لیے قرآن سات طریقوں سے پڑھنے کی اجازت دے دے، تو اللہ نے
سات طریقوں سے پڑھنے کی اجازت دے دی ہے، یہ بھی ٹھیک پڑھ رہے ہیں یہ بھی ٹھیک پڑھ رہے، تم بھی ٹھیک پڑھ رہے، میں ایک مثال عرض
کرتا ہوں، میں مثال دیتا ہوں کہ میں جس کو صحیح سمجھتا ہوں اگر میں علماء نے اس بارے میں رجوع نہیں کرتا میں ایک چیز کو صحیح سمجھتا ہوں علماء
کہیں گے غلط ہے، ہم کہتے ہیں کہ علماء کا لوگوں کے لیے ایک سب نے بڑی خیر ہے، ہم کہتے ہیں کہ علماء کو اپنے اوپر محسن سمجھنا چاہیے یعنی کہ
احسان ہے کہ آپ اندازہ کیجیے کہ دورِ نبوت میں آپ کی صحبت میں رہنے والا اُبی بن کعب سیّد القراء جس کو اللہ تعالیٰ قرآن سنانے کا حکم دے رہا
ہے کہ ان کو سناؤ، غور کیجیے اس بات پر ان کو اس بات میں مغالطہ ہو گیا کہ یہ صحیح ہے یا غلط اور یہ کیفیت پیدا ہوئی نعوذ باللہ آپ کی تکذیب کی اس
تکذیب کی کیفیت کو صحبت نے ٹھیک کیا، میں یہ بتانا چاہ رہا ہوں کہ صحبت نے ٹھیک کیا یہ مانا آپ نے اور آپ سمجھ گئے کہ ان کے دل میں یہ خیال
پیدا ہو گیا ہے کہ میں غلط کہہ رہا ہوں یہ جو اندر کی اصلاح ہو رہی ہے اور یہ جو اندر کا فتنہ ختم ہوا ہے اور یہ جو شک پیدا ہوا تھا اس کو جو ذعان میں جو
تبدیل کیا ہے آپ کے سینے پر ہاتھ رکھنے کی وجہ سے ہوا ہے، ہم نے ایک مثال دی ہے۔ لیکن میں آپ سے کہوں گا اور میں تو آپ سے شکایت
کرتا ہوں کہ ہم علماء کی ہی مدد سے اور ہماری ہی کوشش سے تعلیم و تعلم کا نظام رواج کی طرف دوڑ چلا جا رہا ہے، دوڑا چلا جا رہا ہے اور اس کو سنت
کہہ کے ختم فرما رہے ہیں، ہر آدمی لکھتا ہے یہاں تک کہ آتا ہے حدیثوں میں کہ قیامت کی بعض علامتیں ان میں سے ایک علامت یہ ہے کہ
ہر آدمی قلم ہو گا، ہر آدمی لکھے گا قربِ قیامت میں علم اُٹھا لیا جائے گا، اور آج کل جو علم پھیل رہا ہے۔
میں کہتا ہوں کہ حدیث میں بڑا تعارض ہو رہا ہے کہ حدیث میں قربِ قیامت میں قلم اُٹھا لیا جائے گا اور آپ کہہ رہے ہیں کہ پھیل رہا ہے قلم
ہے، حدیث میں ہی ہے کہ قربِ قیامت کی بعض نشانی میں ہے کہ ہر آدمی کے ہاتھ میں قلم ہو گا جتنا لوگ لکھ رہے ہیں اس زمانے میں شاید اس
سے پہلے کبھی اتنا نہ لکھا گیا ہو، اور لکھ لکھ کر رکھتے ہیں جی ہاں! مجھے تو حیرت ہوتی ہے لکھ لکھ کر رکھتے ہیں جماعت والوں کو کہتے ہیں کہ بیان سے کیا
فائدہ ہے، امام غزالیؒ اپنے زمانے کے خود ایک کتب خانہ تھے، ایک سفر کر رہے تھے، ڈاکوؤں نے گھیر لیا، سارا سامان لوٹ لیا، سمجھے سب ساتھی
تتر بتر ہو گئے، بھاگ گئے، اکیلے رہ گئے، ان کا صندوق کاپیوں کا ڈاکوؤں کے ساتھ چلا گیا، یہ پیچھے پیچھے چلے، ڈاکوؤں کے بہت دُور نکلنے کے
بعد ڈاکوؤں کی نظر پڑی اور کہا کوئی چیز ملنے والی نہیں جاؤ واپس، انھوں نے کہا کہ تم میرا سامان لے جاؤ، کپڑے لے جاؤ، میرا بس کتابوں
کا صندوق دے دو، میری کاپیاں ہیں اس میں، ان ڈاکوؤں کے سردار نے کہا امام غزالی سے کہ یہ بھی کوئی علم ہے کہ ڈاکو اگر لے جائے یا کھو جائے
امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس دن مجھے پتہ چلا کہ جو پاس لکھا ہوا ہے وہ میرا علم نہیں ہے کہ ڈاکو کی نصیحت اس میرے کام آئی، میں نے عہد کیا کہ
جو علم میری کاپیوں میں ہے وہ میرا علم نہیں ہے، ڈاکو نے کہا امام غزالیؒ سے کہ یہ بھی کوئی علم ہے ڈاکو آ کر لے جاوے اور آپ علم سے کورے رہ
جاویں، یہ بھی کوئی علم ہے، تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ بات یہ ہے کہ اتنا عرض کرتا ہوں کہ اس وقت ہمارے درمیان علم کا موضوع ایک دوسرے کی
تکذیب بنی ہوئی ہے، یہ علم کا موضوع نہیں ہے، علم کا موضوع یہ نہیں ہے کہ ایک دوسرے کی تکذیب میں اپنے وقت کو ضائع کیا جائے؛ بلکہ علماء کا
کام تو دعوت ہے تعلیم و تذکیر تکذیب نہیں، تکذیب نہیں، تعلیم اور تذکیر یہ علماء کا کام ہے، تکذیب نہیں؛ کیوں کہ تکذیب کا مطلب یہ ہے کہ آپ
ان کا رد کر دیں گے اور وہ آپ کا رد کر دیں گے تو آپ بھی قوتِ تردید میں ہوں گے اور قوتِ استعداد میں ہوں گے۔ جی ہاں! امت کے سامنے میں
ایک دوسرے کی تکذیب ہوگی، وہ کہتے ہیں کہ آپ بُرا کہتے ہیں آپ کہتے ہیں آپ بُرا کہتے ہیں، آپ کہتے ہیں وہ غلط ہے اور وہ کہتے ہیں کہ
آپ غلط ہیں، ہر علم کا موضوع یہ ہے کہ اپنے مذہب کی تحقیق کر کے عمل کرنے کے لیے۔
میں بہت اہم بات عرض کر رہا ہوں کہ اپنے مذہب کی تحقیق کر کے عمل کرنے کے لیے اور مذہب کے عوام کو دین سکھلاؤ، تعلیم کرو یہ دو کام علماء کے ہیں
اپنے مذہب کی تحقیق عمل کرنے کے لیے اور اپنے مذہب کی تعلیم جاہلوں کو دین سکھلانے کے لیے؛ ورنہ میں سچی بات کرتا ہوں کہ جتنی کتابیں جتنی کتابیں
لکھی جاتی ہیں ان کا نہ عوام کو کوئی مطلب ہے نہ سروکار ہے نہ یہ ان کی قیمتی چیز ہے، کتاب سے کتاب کتاب، کتاب سے کتاب میں لکھتا ہوں کتاب
سے کتاب لکھنا شروع میں تو یہاں تک ہوا کہ حدیث مت لکھو؛ کیوں کہ قرآن و حدیث میں التباس ہو جائے گا صرف قرآن لکھنے کی اجازت ہے، صرف
قرآن لکھنے کی اجازت ہے، حدیث کو قرآن سے الگ کرو یہ حکم ہے؛ لیکن جب تحریف ہونے لگی تو احادیث کو لکھا گیا صرف اس لیے تا کہ حدیث کی

حفاظت ہو بس اسی لیے، تو میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ تعلیم صحبت چاہتی ہے اور علماء عوام کے سمندر ہیں، عوام کے درمیان دریا ہیں، اصل مقصد ہمارے یہاں نفر کا مقصد ہی یہی ہے علماء یہ چاہیں کہ کتاب لکھ دیں اور عوام کتاب پڑھ کر عمل کریں گے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ دَورِ نبوت، دَورِ خلافت، دَورِ صحابہؓ کے نظام کے بالکل خلاف ہے، یہ نظام کے لیے کون کیا سمجھا، کس نے کتاب پڑھی، آپ نے کتاب تقسیم کی، کس نے پڑھی، کس نے عمل کیا، تعلیم تو مسجد کا ماحول اور علماء کی صحبت یہ تعلیم کا مطالبہ ہے، تو میں نے عرض کی ہے ایک بات میں کہنا چاہتا ہوں کہ ایک دوسرے کی تردید کرنا یہ علم کا مفہوم نہیں ہے، اپنے مذہب کی تحقیق اور اپنے مذہب والوں کو اپنے مذہب کی تعلیم یہ ضرورت ہے اس کی، اس کی ضرورت ہے؛ ورنہ میرے دوستو عزیزو! یاد رکھنا میری بات جاہلوں کا تعصب اتنا خطرناک نہیں ہے جتنا نعوذ باللہ اہلِ حق اور علماء کا تعصب خطرناک ہے، بہت خطرناک ہے۔

میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ بہت گہری بات حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم بہت گہرا تھا، وہ فرماتے تھے کہ ایک زمانہ آئے گا کہ جب تمہارے علم کے حلقے سے ایک طالبِ علم اُٹھ کر دوسرے حلقے میں جا کر بیٹھے گا تو تم تو یہ کہو گے کہ تم تو میرے حلقے کے ہو تم دوسرے حلقے میں کیوں گئے، حالانکہ مذاہب اربعہ اس لیے رحمت ہیں امت کے لیے کہ ان کا اختلاف کیونکہ مذاہب اربعہ ساری سنتوں پہ عمل کرا دیتے ہیں اگر ایک ہی مذہب ہوتا تو پتہ نہیں کتنی سنتیں رہ جاتیں، ہاں! اور میں کہتا ہوں اپنے مذہب کو ثابت کرو نا، دوسرے کے مذہب کی تردید کیوں کرتے ہو؟ اس پر قوت صرف ہو رہی ہے عوام کی بھی اور اللہ معاف فرمائے آپ کو بتا دیں کہ آپ کے مذہب پہ عمل نہیں کرنا نہیں کرنا بات ختم ہو گئی، اسے تو بے چارے کو نماز کی فضیلت کی بھی خبر نہیں ہے اور پھر اس سے کہتے ہیں کہ رفعِ یدین بھی فرض ہے، مولانا سلمان ہمارے خسر محترم اللہ غریقِ رحمت کرے کہا کرتے تھے کہ یہ جو بڑا سا ہال ہے نا مظاہر العلوم کا، اگر اسے پورے کو کتابوں سے بھر دو تو تمہارے مدرسہ کا طباخ اس کی بھی نماز صحیح نہیں ہوگی؛ اس لیے طلبہ سے کہتے تھے علم اور ساری کتابیں اُٹھاؤ اور یہ بڑا ہال ہے نا مدرسہ کا کیا فرماتے......

تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے اسے موضوع بنا لیا ہے ہمارا یہ مذہب ہے، تمہارا یہ ہے، وہ چلے گئے، اس کا مذہب ثابت ہے ان پر عمل کرنے والا موجود ہے، آپ تردید میں کیوں پڑ رہے ہیں، میں صاف طور پر عرض کرتا ہوں بالکل کسی کو اچھا لگے یا بُرا لگے کہ حق کی تردید سے زیادہ ضروری اپنے مذہب کے لوگوں کو فرائض کی تعلیم دینا ہے، یہ وقت کا استعمال ہے اور وہ وقت کا ضیاع ہے، آپ کو دیکھ کر یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ شافعی غلط کر رہا ہے اور وہیں کیا ہو رہا ہے کہ امام شافعیؒ امام ابوحنیفہؒ کی قبر پر گئے زیارت کرنے کے لیے، امام شافعیؒ نے نماز پڑھائی، طلبہ ان کے مذہب کے لوگ ان کے ساتھ ان سب امام صاحب نہ قنوت بالجہر کہا نہ بسم اللہ بالجہر کہا دونوں امام ساتھیوں کا معمول ہے ان کا مذہب ہے قنوت بالجہر بسم اللہ نہ بسم اللہ پڑھی بالجہر نہ قنوت پڑھی بالجہر نماز پڑھائی، نماز سے سلام پھیرتے ہی لوگوں نے پوچھا یہ کیا کیا آپ نے؟ کہنے لگے اس صاحبِ قبر کی شرم میں، مجھے شرم آئی امام صاحب سے کہ امام صاحب کے مزار پر آئے ہیں ان کے مذہب پر عمل نہ کریں، ہمیں تو اس معاملہ میں زندگی میں شرم نہیں آتی وہ ایک مُردے کی شرم کر رہے ہیں۔

آپ غور تو کیجیے نا! ہمارے تو درس کا موضوع ہے ایک دوسرے کی دلائل سے تردید کرنا اور وہاں وہ ان کے مذہب پر عمل کر رہے ہیں ان کی موت کے بعد جی ہاں! وہ موجود نہیں ہیں، قبر میں جا چکے ہیں، اپنے مذہب کو چھوڑ رہے ہیں، ایک مردہ آدمی کی قبر میں جا کر ان کے مذہب پر عمل کر رہے ہیں، آپ غور کیجیے! بڑوں کے تعلقات کیسے تھے، اور یہاں آج تو اور طلبہ میں تو اللہ معاف کرے یہ چیز اتنے غلط طریقے سے آئی ہے کہ ان کی فقہ ہے نہ ان کی حیثیت ہے ایک چیز سنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے غلط کیا، انھوں نے غلط کیا، اپنی تصحیح دوسروں کی تغلیط، اپنی تائید دوسروں کی تردید یہ علم کا موضوع نہیں ہے، بہت وقت اس میں ضائع ہو رہا ہے، بہت وقت ضائع ہو رہا ہے، اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے، میں کہتا ہوں اگر ڈاکٹر سارے مل کر صرف ایک دوسرے کی دوا کی تردید میں لگ جائیں تو عوام کا علاج ہوگا، مجھے بتاؤ تو صحیح؟ ہاں! نہ تو کرو! کیوں کہ یہ بھی کہہ رہے ہیں دوا غلط ہے یہ بھی دوا غلط ہے، عوام کو وقت دو، بے چارے بیمار ہیں، بخار کی دوا، کھانسی کی دوا، بیمار کا علاج کرو جا کر کہاں تم پڑ گئے ایک دوسرے کی دوا کے پیچھے، عوام تو مرے گی نہ اس لیے کہ آپ کو آپس میں ایک دوسرے کی تردید سے فرصت نہیں ہے، عوام بے چاری گمراہ ہو رہی ہے۔

کیسا تعلق ہوتا تھا اللہ اکبر! امام احمد بن حنبلؒ جو اپنے نظریے پر قائم تھے، خلق قرآن کے بارے میں، اپنے نظریے پر قائم تھے، بشارت آئی امام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خاص شاگرد کو بشارت دے کر بھیجا کہ مجھے زیارت ہوئی ہے نبی کریم ﷺ کی فرمایا کہ جاؤ ان کو یہ پیغام پہنچا دو کہ وہ جمے رہیں اپنی بات پر، ناگواری بہت پیش آئیں گی وہ جمے رہیں اپنی حق بات پر، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس ناگواری کے برداشت کرنے پر اللہ تعالیٰ ان کے علم کو امت میں عام کریں گے؛ چنانچہ غالباً ربیع بن سلیمان وہ خط لے کر گئے جا کر خط پیش کیا، انھوں نے پڑھا، پڑھ کر روئے، پوچھا خط لانے والے نے کیا

ہے یہ؟ فرمایا: اس میں بشارت ہے، اس میں میرے لیے بشارت ہے، تو اس نے یہ کہا کہ مَیں بشارت لے کر آیا ہوں، آپ مجھے کوئی انعام تو دیں تو انھوں نے اپنے اندر کا بنیان جو جسم سے لگا ہوا ہوتا ہے اُتار کر بطورِ تبرک کے، بطور ہدیہ کے دیا، وہاں پوچھا امام صاحب نے کیا ہوا؟ کہا کہ مَیں گیا انھیں پڑھ کر سنایا، وہ روئے، مَیں نے پوچھا خط تو کیا ہے، بتایا کہ بشارت ہے، امام صاحب نے یہ فرمایا کہ انھوں نے بشارت تمھیں کچھ دیا ہے؟ کہا کہ ہاں! مَیں نے اُن سے یہ لیا ہے، امام صاحب نے فرمایا: مَیں اس کی ہمت تو نہیں کر سکتا کہ تم سے یہ کُرتہ لے لوں، اور یہ اندر کا بنیان لے لوں، مگر مَیں تم سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ اس کو پانی میں بھگو کر پھر نچوڑ کر دے دو؛ تاکہ مَیں یہ بنیان کا نچوڑا ہوا پانی اپنے پاس بطورِ تبرک کے رکھ لوں۔

اس لیے میری آپ سے درخواست ہے کہ ہم مدارس میں تیار اس لیے ہو رہے ہیں؛ تاکہ ڈاکٹروں کی طرح محلّے میں کلینک کھولیں، مَیں تو صاف طور پر عرض کیا کرتا ہوں کہ اگر عالم معلّم ہو جائے تو دنیا سے جہالت ختم ہو جائے؛ مگر مصیبت یہ ہے اور افسوس کی بات یہ ہے کہ ہر عالم معلّم نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو معلّم بنایا تھا "بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً" ایک آیت بھی تم کو آتی ہو تو تمھارے ذمے اس کو پہونچانا ہے، جو پڑھاتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ صرف پڑھنے والوں کو پڑھانا ہمارا کام ہے، مَیں صاف صاف کہتا ہوں شکایت نہ ہو کسی کو صرف پڑھنے والوں کو پڑھانا خلافِ سنت ہے، آپ علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں، وراثت منتقل ہوتی ہے، پوری پوری منتقل ہوتی ہے، صرف پڑھنے والوں کو پڑھانا یہ سنت نہیں ہے، میری بات توجہ چاہتی ہے، مَیں کہتا ہوں آپ مدرسے میں جو سبق پڑھائیں مجھے پڑھانے سے انکار نہیں ہے؛ مگر آپ مدرسے میں دو سبق پڑھائیں، دو سبق پڑھاؤں گا اور باقی وقت میں اپنے وقت کو دو حصوں میں تقسیم کروں گا، ایک مسجد میں آنے والوں کو مسائل سکھلانے کے لیے اور دوسرے کسی تجارت یا کسی دھندے میں، یہ مَیں نے آپ سے شروع میں بات کی میرا دل یہ چاہتا ہے اللہ کرے یہ نظام دنیا میں قائم ہو جائے کہ طلبہ فیس دے کر پڑھیں اور اساتذہ اپنی کسی تجارت کا یا کسی شراکت کے ذریعے سے کوئی انتظام کر کے مسجدوں میں آنے والوں کو مسائل سکھائیں اور یہ کوئی مشکل نہیں ہے، ہمارے کام کا اصل مقصد یہی ہے کہ تمام دین کے شعبوں کو واپس لے جایا جائے سنت کے نظام کی طرف یہ ہماری دعوت کا بنیادی مقصد ہے، ہم مسجدوں کو گشتوں کی طرف لے جا رہے ہیں، ایمان کے حلقوں کی طرف لے جا رہے ہیں، ہمارا دل چاہتا ہے کہ نظامِ تعلیم بھی پلٹ کر سنت کی طرف آئے، جی ہاں! سب کے ذہن میں رہے اس سے کسی نظام کا تقابل ہرگز نہیں؛ لیکن اس سنت کا احیاء مقصود ہے؛ کیونکہ "تعلیم، دعوت اور کسب تینوں چیزوں کو جمع کرنا یہ علماء کی ذمہ داری ہے" ہر مرتبہ یہ تین کام کیسے جمع ہو سکتے ہیں کہ آپ مدرسہ پڑھائیں، دو سبق پڑھائیں، ایک صاحب تھے اللہ غریقِ رحمت کرے انتقال فرما گئے، اللہ نے بہت نوازا، دنیا کی اتنی...... ماشاء اللہ پانچ بیٹے تھے، مجھ سے آ کر مشورہ کرنے لگے کہ کیا کریں؟ مَیں نے کہا سب کو دین پڑھاؤ، سب کو مفتی بناؤ، کہنے لگے بس ایک کو اجازت دے دو، بس کہ وہ فیکٹری کی دیکھ بھال کرے، مَیں نے کہا نہیں، سب کو مدرسہ پڑھاؤ، مدرسہ پڑھایا، میرے پاس لائے کہ کیا کروں؟ مَیں نے کہا اب ان کو جو تمھارا فن ہے وہ پڑھاؤ کہ سب کے سب کو پڑھاؤ سارے بچوں کو فن پڑھاؤ۔

سب بچوں کو انھوں نے اپنی لائن ڈاکٹری کی دوائی کی جو تھی وہ پڑھائی، کہنے لگے اب کیا کروں؟ شاید میرے خیال سے کوئی پندرہ سال اس مدت میں لگے ہیں، کہتا رہا کیا کروں، کیا کروں، اب کیا کروں، ہم نے کہا اب یہ کرو کہ ان پانچوں کو کسی بڑے مدرسے دینی تعلیم کے لیے صرف تین گھنٹے یا زیادہ سے زیادہ چار گھنٹے مدرسے کے لیے بڑے جو ان کے ملک کے مرکزی مدارس ہیں جو ان کے ملک کے اُمّ المدارس کہلاتے ہیں اس میں یہ چار گھنٹے دار الافتاء میں ہوتے ہیں اور یہی علماء اپنی فیکٹری میں بیٹھتے ہیں، بڑے بڑے لوگ آتے ہیں، دنیا سے انگریز، غیر مسلم اپنی دواؤں کے مطالبات لے کر اور بڑے بڑے ملکوں کا سفر کرتے ہیں، کمپنیوں میں جا کر اپنی دوائیں پیش کرتے ہیں، بڑی بڑی نمائشوں میں ہوتے ہیں: کیوں کہ مَیں کہا کرتا ہوں یہ دنیا کا نظام اس طرح نہیں بدلے گا کہ آپ بیٹھ کر فتوے دیتے رہیں، جی ہاں! یہ اس طرح بدلے گا کہ آپ بذاتِ خود مفتیٔ اعظم ہو کر بینک میں ہوں، فیکٹری میں ہوں، اور دکانوں میں ہوں اور آپ جتنے بھی شعبے ہیں دنیا کے ان میں اگر آپ بذاتِ خود موجود نہیں ہیں تو آپ صرف کتاب لکھ کر رہبری کر دیں اس سے کوئی نظام بدلنے والا نہیں ہے، آج تک اللہ کے فضل سے وہ پانچوں کے پانچوں بھائی روزانہ مدرسے میں پڑھانا اُونچی کتابیں اُن کے ذمے ہیں، وہ پڑھاتے ہیں چار گھنٹے، دو گھنٹے پڑھاتے ہیں، باقی اپنا سالانہ خروج مقامی کام کو وقت دینا اور اپنی کمپنی کو وقت دینا باپ کا انتقال ہو گیا، بیٹے پوری کمپنی چلاتے ہیں۔

یہ مثال دے رہا ہوں حضرت نے "حیاۃ الصحابہؓ" میں جمع کیا ہے اس کو کہ تعلیم اور کسب کو جمع کرنا حضرت نے فرمایا قتال اور تعلیم کو جمع کرنا تاکہ معلوم ہو کہ نفر کا مقصد قتال نہیں ہے تو مَیں نے عرض کیا کہ ہمارے یہاں تشکیل یہ ہے کہ علماء عوام کے درمیان رہیں؛ چونکہ مَیں عرض کر چکا تھا کہ سنت یہ

ہے، سنت یہ ہے کہ دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک تو آپ جانتے ہیں کہ مدرسے میں تخصص کرنے والے، تفسیر میں تخصص، ادب میں تخصص کرتے ہیں، یہ فقہ میں تخصص کرتے ہیں، یہ حدیث میں تخصص چاہتے ہیں، وہاں ایک ایسی بحث اور ایک ایسا بیان ہو رہا ہے جو عوام الناس کی سطح سے بہت بلند تر ہے، نہ عوام اس کی مکلف ہے نہ عوام کو اس کی ضرورت ہے، مقصود بھی نہیں ہے، ممکن بھی نہیں ہے، نہیں، کچھ کہنا چاہتا ہوں؛ لیکن اگر اس درمیان کوئی آدمی آ کر سوال کرتا ہے کہ مجھے دین سکھایئے تو آپ کیا کریں گے، آپ کہہ دیں گے یہاں تو تخصصات کا شعبہ ہے آپ یہاں کہاں آ گئے، مَیں کہاں جاؤں گا تو ہم کیا کہتے ہیں جاؤ کتاب لے کر سیکھو، حضورِ اکرم ﷺ منبر سے بیان فرما رہے ہیں صحابہؓ کو اور آپ ﷺ صحابہؓ کو بعض وہ باتیں فرمایا کرتے تھے جو آئندہ پیش آنے والی ہیں کہ تمھیں کیا پیش آئیں گی، اور تمھیں کیا ہوگا (پُرانوں سے بات ہو رہی ہے) اس درمیان میں ایک آدمی دروازے سے آ کر آواز دیتا ہے: ''عَلِّمْنِي الدِّيْنَ يَارَسُوْلَ اللهِ!''۔

آپ ﷺ اس آدمی کے کہنے پر بیان منقطع کر کے درمیان میں اس کے پاس تشریف لے گئے، کرسی لائی گئی آپ ﷺ اس کے پاس بیٹھے، اُس ایک آدمی کو آپ ﷺ نے اسلام سمجھایا، اسلام کیا؟ اسلام کے فرائض کیا ہے، صحابہؓ انتظار کرتے رہے، سب جانتے ہیں اس روایت کو آپ نے اُسے سمجھا کر سکھلا کر نہ صحابہؓ کے حوالہ کیا، نہ بیان میں بٹھایا کہ بیان اس کی سطح کی چیز نہیں، اس کی ضرورت ہی کچھ اور ہے، آپ کے تخصصات اور آپ جس سطح کا آپ علم حاصل کر رہے ہیں وہ سر آنکھوں پر، اس سے انکار نہیں؛ لیکن اس آنے والے کی ضرورت یہ نہیں ہے، آپ ﷺ نے صحابہؓ کو چھوڑا، آپ ﷺ نے اس ایک آدمی کو دروازے پر کرسی لے کر وہیں اسے اسلام سکھایا پھر آپ ﷺ نے بیان شروع کیا، روایت میں ہے ایک عام آدمی جاہل جو فرائض سے اسلام سے واقف نہیں ہے، تو نبی ﷺ اس کو خود جا کر سکھلاتے ہیں نہ صحابہؓ کے حوالے کرتے ہیں، نہ کتابوں کے حوالے کرتے ہیں نہ اس کو دوسرے وقت آنے کے لیے کہتے ہیں، نہ اس کو بیان میں بٹھاتے ہیں، کہ اس کی ضرورت اور ہے، آپ کی ضرورت اور ہے، ہم یہ ایک سوال کرتے ہیں سب سے، مَیں اپنی بات کرتا ہوں، مَیں آپ کو متہم نہیں کرتا کہ کوئی آدمی مجھ سے آ کر یہ کہے کہ مجھے نماز سکھلا دو، مَیں کیا کروں گا، مَیں کہوں گا کتاب ہندی میں ملتی ہے، اُردو میں ملتی ہے جس طرح باپ اپنے ہاتھ سے بیٹے کو لقمہ کھلانا چاہتا ہے محمد ﷺ پوری امت کے معلّم اس طرح ہیں ''أَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ أُعَلِّمُكُمْ'' یہ ہے اصل بات۔

تعلیم مشقت چاہتی ہے اور تعلیم صحبت چاہتی ہے، جس طرح اولاد کی تربیت باپ کی صحبت میں ہوتی ہے اس طرح متعلّم کی تربیت معلّم کی صحبت میں ہوتی ہے، یہ صحبت اِن آلات اور ذرائع نے ختم کر دی اب تو غلط، سوچ ہی غلط ہے، اللہ معاف کرے اب تو باطل اور سارے منکرات کے آلات معروفات کی اشاعت کے لیے ہیں اور باطل کی اشاعت کے آلات علم کی اشاعت کے لیے ہی استعمال ہوتے ہیں، ہم لوگ بڑے شوق سے بڑی جرأت، بڑی خوش دلی سے اس میں لگے ہوئے ہیں، کس قدر ظلمت ہوتی ہوگی اللہ اکبر! اسی پہ فلم اسی پہ علم چل رہا ہے، منع کرو تو دلائل واحتجاج اور اس کی بات کی تردید مزاج بن کر رہ گیا ہے، ہم سب کی ذمہ داری ہے، ہم سب اجتماعی طور پر کوشش کریں، کہ نظامِ تعلیم پلٹ کر سنت پر لے آئیں مَیں سب کو عرض کرتا ہوں کہ تبلیغ میں نفر کا مقصد کیا ہے، آپ نے تعارض پیدا کر دیا، ایک تفضیل کا فتنہ کھڑا کر دیا کہ یہ افضل ہے، وہ افضل ہے، دعوت وتعلیم میں فرق ہی کچھ نہیں ہے، آپ آنے والوں کو سکھلائیں تعلیم ہے، جا کر سکھلائیں دعوت وتبلیغ ہے، فرق ہی کیا ہے؛ لیکن مشکل یہ ہے کہ بعض مرتبہ مرادوں کو بدلا جاتا ہے فتنے پیدا کرنے کے لیے۔

مَیں سوچ رہا تھا مَیں نے کہا کہ ہر جگہ قرآن میں تحریف کا جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ بظاہر انفرادی فرد کے یا مفرد کے صیغے سے نہیں استعمال نہیں ہوا جہاں استعمال ہوا ہے جمع کے صیغے سے استعمال ہوا ہے، ﴿يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ﴾ تحریف جو ہے وہ ہمیشہ دشمنانِ اسلام نے کی ہے؛ ورنہ اس امت کے لیے اللہ کے نبی کی دعاء ہے اور علمائے حق کی بھی دعاء کہ یہ امت کبھی ضلالت پر جمع نہیں ہو سکتی ہے، پس اللہ مجھے معاف فرمائے وہ تو اندر سے شیطان تقاضا کرتا ہے کہ ایک دوسرے کی تخفیف پر قوت لگاؤ جب کہ ہر مسلمان کی قوت لگنی چاہیے تسلیم کافر پر نہ کہ تکفیرِ مسلم پر سمجھ میں آ رہی ہے ہماری بات، ہماری قوت کہاں لگے؟ ہم عرض کرتے یہ دینی مدارس اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اسلام کے قلعے ہیں، ماحول میں رہنا یہاں کی شرائط کے ساتھ یہ تعلیم وتربیت کے لیے لازمی شرائط ہے، لازمی چیز ہے، کتاب سے علم کے لینے کا کوئی اعتبار نہیں ہے، یہ تو علماء نے لکھا ہے، مَیں تو نہیں کہتا جو بات علماء کی اللہ نے یاد دلائی وہ کہتا ہوں کتابی علم کا کوئی اعتبار نہیں ہے، علماء نے لکھا ہے صرف وہ علم معتبر ہے جو علماء کی صحبت سے لیا گیا ہے، مدارس سر آنکھوں پر ہے۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ اس کو چھوڑ کر تبلیغ کیجیے، ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ آپ اپنی تعلیم کے دائرے کو وسیع کیجیے، جس طرح آپ طالب کو وقت دے

رہے ہیں اسی طرح آپ غیر طالب کو بھی وقت دیجیے، عوام آپ کو ۶ رسال، ۵ رسال نہیں دیں گے، مَیں کہتا ہوں کہ آپ ایک سال کا کوئی کورس بنا دیں، مَیں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایک سال کا کورس بھی عوام کی جہل کا علاج نہیں ہے، کورس الگ چیز ہے، فرائض کی تعلیم الگ نظام ہے عوام کو جہنم سے بچانے کے بقدر جہل کی تعلیم دینا یہ ایک الگ نظام ہے، تخصصات کا نظام ایک الگ نظام ہے، ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ بے شک آپ مدارس کی خدمات اور وہاں کے نظام کو قائم رکھیے بے شک؛ لیکن آپ کے علم میں عوام الناس کا اس طرح حق ہے جس طرح ایک مالدار کے حق میں سائل غیر سائل کا حق ہے ﴿وَفِيٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝﴾ اگر وہ جو اللہ کو مبغوض ہے اگر اس مَیں سائل اور غیر سائل دونوں کا حق ہے تو یہ علم اللہ کو محبوب ہے، فرض ہے امت پر، اس میں سائل اور غیر سائل کا حق برابر کیوں نہیں ہوگا؛ اس لیے ہم یوں نہیں کہتے کہ آپ اس کو چھوڑیے کہ نعوذ باللہ یہ بھی کوئی کام ہے نعوذ باللہ، کہ ہاں! مدارس آدم سازی کی ذمہ داری ہے، مساجد عوام کو جہل سے نکالنے، عوام کو فرائض پر لانے اور عوام کو اسلام کی بنیادی تعلیم دینے کی جگہ ہے، دونوں چیزیں برابر کی اہمیت رکھتی ہیں، مَیں یہ نہیں کہتا کہ اس کو چھوڑ کر نکل جاؤں، بلال رضی اللہ عنہ نے نکلنا چاہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اذان کون دے گا'' حالانکہ اذان بچہ بھی دے دے، ملاجی دے دے، مسجد کا ہر مصلی اذان دے دے بھائی وقت ہو گیا مؤذن صاحب نہیں آئے، اذان دے دو، امام اذان دے دے، کہ نہیں متبادل لاؤ آپ اذان کو معمولی سمجھتے ہیں، لوگوں کا روزہ اور نماز وہ دو بنیادی فریضے ہیں جو جانی عبادت کہلاتے ہیں جس کی صحت جس کی قبولیت اذان پر موقوف ہے؛ اس لیے امانت داری دی گئی ہے مؤذن کو، یوں نہ چلے جاؤ فرمایا نہیں! متبادل لاؤ۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو لائے کہ انہوں نے قبا میں اذان دی، اللہ کے نبی ﷺ کے زمانے میں تو مَیں نے عرض کیا کہ اگر ایک اذان دینے والے کو متبادل کرنا ضروری ہے نکلنا بھی ضروری ظاہر بات ہے، ایک محدث، ایک معلم، ایک فقیہ، ایک مفتی جو دارالافتاء کا کام ہے، صبح و شام اس کے پاس سوالات آتے ہیں، کتنی مشغولی کا وقت اور ذمہ داری کا کام ہوتا ہے، مسئلہ بتلانا، ہم نہیں کہتے کہ چھوڑ کر نکل جاؤ، ہم کہتے ہیں کہ آپ کے علم اور آپ کی ذات سے عوام بھی متعلق ہے؛ ورنہ تو اگر طلب لے کر آنے والوں سے استغناء ظاہر کیا جائے ان لوگوں کے لیے جن میں طلب نہیں ہے ﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى﴾ کے نازل ہونے کا یہی موقع ہے، یہ طلب لے کر آئے عبد اللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ، اُدھر مشرکین شرفائے مشرکین بیٹھے ہوئے تھے، آپ کو ان کو دیکھ کر ناگواری ہوئی کہ تم کیوں آئے۔

آپ مدینہ منورہ کا امیر بنا کر جایا کرتے تھے، اس بات پر کہ اللہ نے ان کے ذریعے مجھے تنبیہ کی ہے ان کا وہ مقام ہے، آپ مدینہ سے باہر نکلتے تھے تو نابینا صحابی کو مدینہ میں خلیفہ بنا کر جایا کرتے تھے تو مَیں نے عرض کیا کہ حق دونوں کا ہے طالب کا بھی اور غیر طالب کا بھی سائل کا بھی اور غیر سائل کا بھی تو یہ اس لیے علماء سے سال کا مطالبہ ہے، کیوں؟ سال کا مطالبہ کیوں یہ تو بے چارے پڑھانے میں لگے ہوئے ہیں نہ ان سے سال کا مطالبہ کیوں؟ ان سے سال کا مطالبہ اس لیے ہے: تاکہ ایک سال تک عوام کے درمیان رہ کر بغیر کسی نصاب کے بغیر کسی کتاب کے، بغیر کسی راتب کے عوام کو عملی طور پر فرائض کے سکھلانے کی ان کو مشق ہو جائے، اس مشق کے لیے سال لگوایا جاتا ہے؛ کیوں کہ عادت ہی نہیں رہی، مَیں صاف لفظوں میں کہہ رہا ہوں وہ مزاج اور عادت ختم ہوگئی نہ مولانا الیاس صاحبؒ کی سوچ بہت آگے تھی وہ فرماتے تھے میرے کام کے مقاصد بہت اعلیٰ ہیں، وہاں تک غور کرنے والوں کا ذہن پہونچتا نہیں ہے، مولانا الیاس صاحب سے اختلاف کی وجہ یہی تھی، مَیں آپ سے بہت بنیادی بات عرض کر رہا ہوں، مَیں آپ سے ایک درخواست کرتا ہوں سب سے مولانا بدر عالم میرٹھیؒ کی ترجمان السنہ کو اپنے مطالعہ میں رکھو، وہ حضرت کی ایسی تصنیف ہے جس سے بے شمار چیزیں، بے شمار چیزوں کی اصلاح کر دی گئی ہے، بہت سی ایسی چیزیں ہیں اس کے اندر جس سے بہت سی چیزوں کی اصلاح ہوگئی؛ بلکہ ایک کتاب ہے رسائلِ فقہیہ ایسی عجیب و غریب کتاب ہے کہ واقعی اس کو پڑھ کر اس کا اندازہ ہوتا ہے کہ ہم کدھر نکل گئے رسائلِ فقہیہ بہت عجیب و غریب کتاب ہے، اس میں حضرت مولانا علی میاں ندوی کا ایک مضمون ہے، اس میں حضرت لکھتے ہیں کہ <u>بعض مرتبہ اللہ رب العزت کسی شخص کو اپنے کام کے لیے منتخب کرتے ہیں اور ان کی مرادیں اتنی بلند ہوتی ہیں کہ وہاں تک عام لوگوں کی رسائی نہیں ہوتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُن کے ہم عصر ان کے زمانے کے لوگ وہ ان کی طرف سے ہمیشہ اذیت اور مصیبت میں رہتے ہیں، ہاں! مَیں کچھ کہہ رہا ہوں، ان کے ہم عصر جو ہوتے ہیں وہ اپنی سطح کے اعتبار سے ایک معمول کے پابند ہو جاتے ہیں؛ لیکن اللہ تعالیٰ کسی ایک کو منتخب کر کے اس پر وہ بات کھول دیتے ہیں جو تو جب وہ کوشش کر کے اپنی بات کو سمجھا پاتا ہے تو پھر جس کی سمجھ میں آجاتی ہے وہ اس کے معاون بن جاتے ہیں، یہ بات میری بہت اہم ہے۔</u>

مَیں عرض یہ کرنا چاہتا تھا کہ مولانا الیاس صاحب فرماتے تھے کہ اس راستے کے خروج کے مقاصد بہت اعلیٰ ہیں، آپ اس گشت کو اور اس خروج کو معمولی مت سمجھیے، جو لوگ اس کو ہلکے میں لیتے ہیں اس کے مقاصدِ عالیہ تک ان کی نظر نہیں پہنچتی، جو ترجمان السنہ ہے مولانا میرٹھیؒ لکھتے ہیں کہ اپنے ایمان کی

تکمیل مجموعہ کی اصلاح پر موقوف ہے، اگر اپنی ذات کی اصلاح میں لگا ہوا ہے تو فرماتے ہیں کہ اس سے ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی ہے؛ بلکہ ایمان کی تکمیل مجموعہ کی اصلاح سے ہے اور مجموعہ کی اصلاح جو ہے اس کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یہ دو ہی ایمان کی تکمیل کا سبب ہے، سب نے گہرا ربط ایمان کی تکمیل کا وہ ان دونوں فریضوں کو ادا کرنے سے ہے اور یہ دونوں فریضے کتابوں سے، رسائل واخبارات سے ادا نہیں ہوتے، یہ کی بات ہے، معروف پر آمادہ کرنا یہ ایک محنت ہے، اس کا کسی خط سے کسی رسالہ سے کسی کتاب سے تعلق نہیں ہے، اگر معروفات پر کتاب لکھ دیں تو معروفات کا علم ہے، محنت نہیں ہے، اگر منکرات پر کتاب لکھ دیں تو منکرات سے روکنا نہیں ہے، یہ منکرات کا علم ہے، یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک عملی محنت ہے، معروفات پر آمادہ کرنے اور منکرات سے بچانے کی ایک عملی محنت ہے، اس عملی محنت پر ایمان کی تکمیل موقوف ہے، اگر یہ کہہ دیا جائے کہ گشت کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوگا تو لوگ چیخ اٹھیں گے کہ لو بھئی تبلیغ والے یہ کہہ رہے ہیں، یہ نہیں، تبلیغ والے یہ کہہ رہے ہیں کہ گشت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ایک عملی محنت ہے، یہ ایمان کی تکمیل کا سبب ہے؛ کیونکہ داعی اگر اپنی ذات سے دوسرے کو دعوت پر آمادہ نہیں کرتا، اپنی ذات سے عمل کرتا ہے تو لکھا ہے علماء نے کہ اپنی اس کی اصلاح، اپنی ذات کی نفس کی اصلاح ایمان کی تکمیل کے لیے کافی نہیں ہے، جب تک کہ مجموعہ کی اصلاح کی کوشش نہ کریں، تو میرے محترم دوستو اور بزرگو! ہمارے اس راستہ میں نکلنے کا اصلی مقصد یہ تھا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے بار بار فرمایا علماء جاہلین کو دین سکھلائیں؛ ورنہ علماء کو دنیا میں سزا دوں گا، ایک بار دوبار، تین بار روایت میں ہے کہ تین بار فرمایا تو علماء صحابہؓ نے عرض کیا سیکھنے نہیں ہیں، ہر بات پر یہی جواب دیتے تھے، آپ اپنی بات کو دہراتے تھے، آپ کا تکرار ان کی بات کی تردید کے لیے تھا، آپ ان کی بات کو رد کر دیتے، وہ کہتے تھے کہ ہم بیٹھتے ہیں؛ لیکن یہ لوگ آتے ہی نہیں سیکھنے کے لیے تو ہم کیا کریں، آخر میں صحابہؓ نے کہا کہ ہم سمجھ گئے کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔

میرے عزیزو، دوستو اور بزرگو! اگر ۷۰ صحابہؓ کسی غزوہ میں شہید کیے گئے ہیں تو ستر صحابہؓ بغیر کسی غزوہ کے بغیر کسی مقابلہ کے، بغیر کسی معرکہ کے صرف علم پہنچانے کے لیے شہید کیے گئے، بیر معونہ میں اہل نجد کے مطالبہ پر باوجود اس کے کہ آپ کو اطمینان نہیں تھا؛ لیکن ان کا مطالبہ یہ تھا ہمارے پاس اسلام آگیا علم نہیں آیا، آپ ہمارے پاس علماء کو بھیجیے، آپ نے ستر صحابہؓ چنتے ہوئے اس زمانہ میں قراء ان کو کہتے ہیں، جو قرآن یاد کر لیتے ہیں، یہ اُس زمانہ کی اصطلاح کے خلاف ہے، اس زمانے میں قراء قرآن پڑھنے والے کو نہیں کہتے تھے، اس زمانہ میں قراء علماء اور مفتیانِ عظام کو کہا جاتا تھا، ہاں! ہاں! کتاب دیکھیے، آپ تو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں، قراء وہ ہوتے تھے جو قرآن کے مسائل اور قرآن کے احکام سے پوری طرح واقف ہوتے تھے، آپ نے چنا صحابہؓ میں سے ستر کو، کئی کئی روایت میں ہے مجھے اطمینان نہیں ہے اہل نجد پر، ان کا مطالبہ ہے، مگر بھیجنا ہے؛ کیونکہ علم کی طرف لے کر آنا ہے، آپ ﷺ نے ستر صحابہؓ چنے، ان کو روانہ کیا پھر بیر معونہ پر سب کو شہید کیا گیا۔

تو میرے محترم بزرگو دوستو! تو یہ سال کے خروج کا اصل مقصد ہے، یہ گھسے عوام میں علماء اس لیے میں نے شروع میں حدیث کا ایک ٹکڑا پڑھا تھا کہ علماء بادلوں کی طرح ہیں اور امت زمین کی طرح ہے، امت میں جمود ہے، علماء کی نقل وحرکت ہے جو زمین کے حصہ کو سیراب کرے گی، اچھی طرح سیراب کرے گی، جہاں پانی لینے والی زمین ہے وہاں سے لوگوں کو نفع ہوگا اور جہاں پانی جمع کرنے والی زمین ہیں، وادیاں ہیں وہاں پانی جمع ہوگا، لوگ اس سے پئیں گے، پلائیں گے، کھیتوں کو پہنچائیں گے، آپ کو معلوم ہے یہ تو معروف روایت ہے؛ لیکن علماء کو ڈالا تھا نقل وحرکت پر اس لیے ان کی مثال بادل سے دی، کنویں سے نہیں دی کہ علم کو لے کر پھرو اور عوام کی ضرورت کو دیکھو (حالانکہ مولانا سعد کو غور کرنا چاہیے، حدیث میں علم کی مثال بادل سے دی گئی ہے، نہ کہ علماء کی)

اس لیے مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اگر علماء سال میں چار مہینہ فارغ کریں اور آٹھ مہینہ پڑھایا کریں اور یہ آٹھ مہینہ بھی مسجد میں مسائل کی تعلیم کے ساتھ ہو مجھے اللہ کی طرف سے امید ہے کہ جاہلوں کا بہتا ہوا سمندر کسی حد تک قابو میں آسکتا ہے، میں پھر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اللہ کے واسطے عوام کو کتابوں کے حوالہ مت کرو، کتاب سے تعلیم دینا یہ کسی نبی کا طریقہ ہے نہ کسی صحابی کا طریقہ ہے نہ کسی خلفاءِ راشدین کا طریقہ، چلو کتاب لو اور پڑھ لو، کتاب معلم ہے نہ مذکر ہے نہ مربی ہے نہ مزکی ہے کچھ نہیں ہے۔

میں صاف طور پر عرض کر رہا ہوں کہ تعلیم تزکیہ تربیت یہ سب انسان کا کام ہے ﴿وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ صرف تذکیر ہی نافع ہے، ورنہ یہ تحریر تذکیر کا سبب نہیں ہے، تذکیر کے لیے تحریر نہیں ہے، تذکیر کے لیے تذکیر ہے، تذکیر کہتے ہیں آپ بذات خود یاد دلائیں، میں نے شروع میں عرض کر دیا تھا کہ اگر صحبت علماء نہیں ہے، تو وہ فتنے پیدا ہوں گے جس کا کوئی حل نہیں ہوگا، کوئی علاج نہیں ہے؛ اس لیے لوگ سمجھتے ہیں کہ تبلیغ کوئی الگ ہٹ کر کوئی چیز ہے نہیں میرے عزیز و دوستو! علم کو امت میں عام کرنے کے لیے اس نقل وحرکت سے کہاں تک غور کریں سیرت پر آپ تو زیادہ جانتے ہیں، مجھے تو واقعات یاد نہیں رہتے بالکل بھی، استحضار نہیں ہوتا ہے، دماغی کمزوری ہے، آپ لوگ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں، مطالعہ بھی آپ کا تازہ ہے، کتنی جماعتیں

بنابنا کرملکوں یں بھیجی جاتی تھیں،ہاں آپ تعلیم دین کے لیے بھیجیں مَیں مدینہ چھوڑنے کے لیے تیار ہوں،کوئی دو چار سال کے لیے نہیں عمر بھر کے لیے۔

اب اس زمانہ میں ہجرت علم کے لیے ختم ہوگئی؛ ورنہ یہ معمول رہا ہے مدینہ منورہ کا کہ علماء صحابہؓ کو مدینہ چھوڑنے کا حکم دیا جاتا تھا کسی دوسرے ملک میں جاکر دین کی تعلیم دینے کے لیے اور ان کی عمریں وہاں کٹ جایا کرتی تھیں، ابھی ملیشیا کے اجتماع سے واپس آرہے ہیں، ہر ملک سے تقاضا اس بات کا تھا کہ علماء چاہئیں دین سیکھنے کے لیے، مَیں نے کہا جب یہ تقاضا آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا آپ کے زمانہ میں تو آپ نے علماء کو ترغیب دے کر ملکوں میں روانہ کر دیا تھا، یہ تقاضا جب خلفاء راشدین کے زمانہ میں آیا تو انھوں نے علماء صحابہؓ کو مدینہ چھوڑنے پر آمادہ کیا، ہم نے کہا بھائی! یہ تقاضا اس زمانہ میں آیا ہے اب بہت سے بہت کہہ دیں گے علماء سال لگالیں گے تین سال فلاں فلاں ملک میں چار چار مہینہ لگا کر ہمارا رُخ بنا دیا جائے گا، بنگلہ والی مسجد سے وہاں جاکر محنت کرلیں گے، جس طرح جماعتیں چلّہ کا کام کرکے آتی ہیں اس طرح کام کرکے آجائیں گے، تو کیا ہوگا اس سے؟ مَیں تو صاف صاف عرض کرتا ہوں علماء کی کوئی جماعت کسی ملک میں جائے اور وہاں جاکر اس بات کا خیال نہ آئے کاش مَیں وہاں پڑ جاتا، اور بڑی ضرورت پیش آتی تو مَیں کیا میرا خاندان بھی یہاں آجاتا اور اپنے گھرانے کو لے کر ہجرت کرلیتا اور یہاں مدرسہ قائم کرتا۔

اگر یہ خیال پیدا نہ ہوتا یا کم سے کم دوسرے درجہ میں وہاں کے علماء کو متوجہ کرکے وہاں مدارس کے قائم کرنے اور وہاں مساجد و مکاتب قائم کرنے کی کوشش کرکے آتا؛ مگر مَیں یہ سوچتا ہوں کہ اگر ہماری سال کی جماعتیں ملکوں میں عوام الناس کی طرح اگر یہ چار مہینہ، پانچ مہینے یا سال لگا کر آجائیں تو میرے نزدیک کوئی فائدہ نہیں ہے جب تک وہاں ان کے قیام کے دَوران وہاں مدارس کے قائم کرنے کا نظام اور وہاں مساجد میں مکاتب کے قائم ہونے کا نظام نہ ہوجائے، تو مَیں کہتا ہوں کہ علماء کا سال یورپ کا سال عرب کا سال یا ہندوستان کا سال کا کوئی فائدہ نہیں ہے، مَیں تو صاف طور سے کہتا ہوں جہاں آپ کی جماعتیں کام کرکے سال لگا کر لوٹتی ہیں مَیں پوچھتا ہوں کہ کتنے مدارس قائم کرکے آئے ہو، کتنے مکاتب قائم کیے، علماء سے ملاقات ہوئی، کتنے علماء کو تم نے اسیر اس لیے کہ بے شمار اَن گنت علماء ہیں جن کو اللہ نے صلاحیت دی ہے؛ مگر ان کو ان کے دنیاوی مشاغل نے؛ کیونکہ مَیں حیرت کرتا ہوں شکایت کی بات ہے کہ صرف پڑھانے کا تصور مدرسہ تک ہوجانا یہ امت کے جہل کا سبب ہے، پڑھانے کا تصور مدارس تک محدود ہوجانا علماء کا یہ امت کے جہل کا سبب ہے، مَیں جو کچھ کہہ رہا ہوں سمجھ کر کہہ رہا ہوں۔

اگر ہر غنی مزکی نہیں ہے اور ہر عالم معلم نہیں ہے تو امت کے جہل کا کوئی علاج نہیں ہے، یہ نہیں کہنا چاہیے کہ مَیں بھی تو پڑھا رہا ہوں، آپ کے پڑھانے سے انکار نہیں ہے، سوال اس بات کا ہے کہ آپ کا ان عوام کے ساتھ کیا رشتہ ہے، ان عوام کا آپ کے علم میں کتنا حصہ ہے، سوال یہ ہے اس لیے میرے دوستو بزرگو! یہ سال کا خروج ہے، یہ اصل اس مقصد کے لیے تھا؛ تاکہ سال بھر بالکل جاہل اَن پڑھ عوام کے درمیان علماء رہیں اور صرف علماء کی جماعت کیوں نکالتے ہیں، وہ اس لیے نکالتے ہیں؛ تاکہ اجتماعی طور پر جاکر کسی ملک کے علماء کو اس بات کی طرف متوجہ کریں کہ آپ کے ملک میں مدارس ہونے چاہئیں، ابھی ہماری جماعت ملیشیا میں جو ۱۰۰ر کے قریب ممالک جمع ہوئے تھے مَیں نے الگ الگ حالانکہ تین دن چار دن لگے صرف ملکوں کے احوال لینے میں، مَیں نے ہر ملک والوں سے پوچھا کہ تمہارے ملک میں مدرسے کتنے ہیں، ہر ملک والے سے بڑے بڑے ممالک میں کہتا ہوں ایسے ممالک کہ شاید کئی کئی ہندوستان سما جائیں، ان ملکوں میں؛ لیکن کوئی مدرسہ نہیں ہے، بڑے افسوس کی بات ہے، اگر یہاں اس ملک کے فارغین فارغ ہوکر اس ملک میں مدرسہ بنالیتے ہیں اور اس ملک کے فارغین فارغ ہوکر نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ کسی تجارت یا ملازمت میں مشغول ہوجاتے ہیں تو مَیں کہتا ہوں کہ کسی صحراء میں اگر کوئی آدمی پیاسا مر رہا ہو اور کسی کے پاس پانی ہو اور وہ پانی اسے نہ پلائے یا اس سے معاوضہ لیے بغیر پانی نہ دے مَیں یہ کہتا ہوں کہ اس سے بڑا ظالم وہ شخص ہے جس کے پاس علم ہے، اس کی آخرت کا کیا ہوگا؟ پڑوس میں کوئی جاہل مر رہا ہے تو یہ عالم اس سے بڑا ظالم ہے، یہ تو پیاس سے مر کر شاید بخش دیا جائے؛ لیکن یہ جہل سے مر کر اس کی آخرت کا کیا ہوگا، تو ہم نے کہا ان سے کہ ان شاء اللہ ہم اس کی پوری کوشش کریں گے کہ اپنے ملک کے علماء آپ کے یہاں بھیجیں گے۔

ہمارے یہاں تو اللہ معاف کرے تعلیم کے لیے اپنے ملک کو چھوڑنے کا مزاج ہی ختم ہو چکا ہے اور اگر ہے کسی درجہ میں تو آپ مجھے معاف کیجیے گا میری بات آپ کو بُری نہ لگے، وہ صرف ریال کمانے اور باہری کرنسی کمانے کے لیے رہ گیا ہے، ضروری بات یہ ہے کہ علماء ملکوں میں جائیں اور پورے ملک کے اعتبار سے جہل کو ختم کرنے کی کوشش کریں؛ ورنہ طلب دنیا کے لیے تعلیمی میدان میں قدم اُٹھانا بڑے عیب کی بات ہے، بڑے دُکھ کی بات ہے، ان ملکوں میں جو لوگ کمانے کسی غرض سے گئے ہیں ان کی بے شمار اولادیں ہیں، ان کی پھیلی ہوئی آبادیاں ہیں سب کے سب یا اکثریت احناف کی ہے؛ لیکن کسی ملک میں حنفی مذہب کی تعلیم کا کوئی نظم نہیں ہے، مَیں نے دیکھا ملیشیا کے اجتماع میں، پوری دنیا کے

سامنے بات رکھی، پاکستان کے لوگ بھی تھے، دوسرے ممالک کے لوگ بھی تھے، بنگلہ دیش کے لوگ بھی تھے، علما بھی تھے، بنگلہ دیش کے، بنگلہ دیش سے مدارس کے علماء بھی آئے تھے، بعض علماء ماشاءاللہ پڑوس سے بھی آئے تھے، ایک آدمی صرف اپنے خاندان کو پالنے کے لیے اپنے ملک سے پورے پورے خاندان کو لے کر ہجرت کیے ہوئے ہے، پورے خاندان اگر وہاں سے کو نکال دیا جائے تو وہاں کے لوگوں کو تلاش کرنا پڑے گا کہا ہے، یہ حال ہے ان ملکوں کا یہ صرف دنیا کی غرض سے پورا پورا ملک بھرا ہوا ہے، مہاجرین سے اور لیکن وہ اس غرض کے لیے اپنے ملک کو چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں کہ فلاں ملک میں جا کر تعلیم کا نظام قائم کروں، میں عرض کر رہا تھا کہ علماء کے سال لگانے کا اصل مقصد یہ تھا کہ دین کی نقل وحرکت سے جگہ جگہ مدارس قائم ہوں، یہ وہاں کے مال داروں کو بھی وہاں کے عوام کو بھی اور علماء کو بھی اس فریضہ کی طرف متوجہ بھی کریں اور اپنے قیام کے دوران کوشش کر کے کوئی نظم قائم کرا کے آئیں، یہ تھا خروج کا مقصد علماء کے سال کا۔

ذرا سال بھر پھر کر عوام کے ساتھ اختلاط کر کے عوام کو کچھ سکھلانے کی مشق تو کرو، آج تو کتاب پڑھانے کی مشق ہے، اللہ مجھے معاف کرے، آپ اس کو ہلکا مت سمجھیے، میری بات کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے آہ میں نے کہا آج کل مزاج یہ ہے کہ لوگوں کا آدھی بات کاٹ دیتے ہیں؛ اور آدھی بات نقل کرتے ہیں؛ تا کہ ان کی مرادیں پوری ہو جائیں اور وہ فتنہ پھیلانے میں کامیاب ہو جائیں، صاف سی بات ہے؛ ورنہ اصل بات یہ ہے۔

تو میرے دوستو، عزیزو! اب اگر کوئی بات ہماری سمجھ میں آئی ہو تو کوئی فیصلہ کرلیں؛ عوام کا بہت بُرا حال ہے، کوئی نہیں سکھلانے والا عوام کو، اس کے لیے آپ حضرات عزم کریں اور یہ سال دوسرا سال، تیسرا سال یہ تو صرف حال دیکھنے کے لیے ہے، حال دیکھتے ہیں، ناڈاکٹر آتے ہیں، راؤنڈ لگاتے ہیں، ہسپتالوں میں پھر جا کر بیٹھتے ہیں دفتر میں کہ کس کو کیا دوا چاہیے، نظام مرتب کرتے ہیں، میں تو کہتا ہوں کہ آپ کے تین سال لگ جائیں گے یہ ایک راؤنڈ ہے، اس سے کم سے کم عوام کے جہل کا احساس پیدا ہوا ہے دل میں؛ اس لیے ہماری یہ بات آپ کے پاس امانت ہے اور ہمیں اُمید ہے اللہ کی ذات سے ان شاء اللہ یہ مذاکرہ کسی اگلی سوچ کے پیدا کرنے کا ذریعہ بنے گا، یہ آپ حضرات سے درخواست ہے۔

ہم یہ کہیں کہ کون تیار ہے یہ سوال ہی غلط ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ سب تیار نہیں ہیں، ہم یہ کہتے ہیں کہ کون تیار ہے، یہ میرے نزدیک یہ سوال علماء سے کرنا کون کون تیار ہے یہ تو مناسب ہی نہیں ہے، آپ کے ادب، آپ کا احترام، آپ کے علم کا مقام کے اعتبار سے یہ تو مناسب نہیں ہے کہ کون اس کے لیے کون تیار ہے، میں تو کہتا ہوں کہ ازخود اپنے آپ کو پورا مجمع اس فریضہ کو ادا کرنے کے لیے پیش کرے۔

❏❖❏